رسالے اسکے شریک ہوسکے ہین، مضامین کے لحاظ سے پرچہ دلچسپ ہے، اور نظمین بھی عمدہ ہین اسمین کبھی کبھی مشاہیر کی تصویرین بھی شامل کیجاتی ہین، چنانچہ اس پرچہ مین لسان العصر اکبر الہ آبادی کی تصویر شامل کیگئی ہے، قیمت صہ رسالانہ ہی، اور مذکورہ بالا پتہ سے ملسکتا ہے۔

اَدیب، ممالک متوسط کے دار السلطنت ناگپور سے یہ ایک علمی رسالہ جاری ہوا ہے، جسکے ایڈیٹر مولوی عبد الغنی صاحب ایم، اے (علیگ) ہین، ہمارے پیش نظر اسکا دوسرا نمبر ہے جو مضامین کے لحاظ سے قابل داد ہے، نظم کا حصہ بھی اچھا ہے، چنانچہ اس نمبر مین علامہ شبلی مرحوم کی ایک غزل شائع کیگئی ہے، زبان کے لحاظ سے البتہ کسیقدر اصلاح کی ضرورت ہے، جو نہایت آسانی کے ساتھ کیجا سکتی ہے، رسالہ کی قیمت (۳) سے رسالانہ ہے جو اسکی ضخامت اور ظاہری محاسن کے لحاظ سے مناسب ہے، پتہ: ادیب، ناگپور۔

تاج، یہ ایک ہفتہ وار اخبار ہے جو جبل پور سے تاج الدین صاحب کی ایڈیٹری مین دوبارہ جاری ہوا ہے، تاج الدین صاحب مذہبی اور قومی تحریکات کے سلسلہ مین عام طور پر روشناس ہوچکے ہین، اِسلئے اُنکا نام لینے کے بعد یہ بتانے کی ضرورت باقی نہین رہتی کہ یہ پرچہ کس نوعیت اور کس مرتبہ کا ہوگا، اخبار پر قیمت درج نہین ہی، مذکورہ بالا پتہ سے ملیگا۔

مجلد ششم | ماہ ذیحجہ سنہ ۳۸ھ مطابق ستمبر سنہ ۲۰ء | عدد سوم

مضامین

جدید مطبوعات

رُوح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہاے انسانی" کے اصول نفسیہ کا ترجمہ، از مولانا محمد یونس فرنگی محلی، قیمت عہ ر

"مینجر"

شذرات

ہندوستان کے لیے ماہ گذشتہ کا اہم ترین حادثہ مسٹر تلک کا انتقال تھا، اپنی سیاسی حیثیت سے قطع نظر کرکے مسٹر تلک ملک کی علمی زندگی کے بھی ایک بہت بڑے عنصر تھے، وہ سنسکرت زبان کے ماہر اور ہندوؤن کے علوم قدیمہ کے ایک زبردست عالم تھے، قدامت وید کے متعلق انہون نے جو فاضلانہ مقالہ پہلی اورنیٹل کانفرنس کے سامنے ۱۸۹۲ء مین پیش کیا تھا، اُسے مستشرقین کے حلقہ مین خاص وقعت کے ساتھ دیکھا گیا۔ اسکے بعد سے مسٹر تلک نے وید وگیتا کے متعلق متعدد بلند پایہ تصانیف و مضامین سنسکرت اور انگریزی مین شائع کئے، اور ماہرین فن انکی وسعت نظر و تبحر علمی کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے، ہندوستان اپنی بزم علمی کے اس رُکن رکین کے اُٹھ جانے پر جس قدر بھی تاسف کرے بجا ہے،

اس پرچہ مین اخبار علمیہ کے زیر عنوان دانتے کی ششش صد سالہ برسی کے اہتمام کا نقشہ ناظرین کی نظر سے گذریگا، دانتے انگلستان کا نہین، اٹلی کا باشندہ تھا، اسکے احسانات انگریزی زبان پر نہین بلکہ اپنی ملکی زبان پر ہین، اسکے مذہبی معتقدات اہل انگلستان کے نہین، اسکی سیاسی تعلیم انگریزی حکومت کی نہین، اسے نسلی قرابت انگریزی قوم سے حاصل نہین، لیکن باایں ہمہ اختلافات آج انگلستان اسکی پرستش کر رہا ہے، اور انگریزی قوم بغایت

انہماک و اہتمام اُسکی چھٹی صد سالہ برسی منانے مین مصروف ہے! اسکے مقابلہ مین فارسی و اُردو کو اپنی مادری و قومی زبان ماننے والے براہ کرم یہ فرمائین، کہ سعدی و حافظ، نظامی وجامی میر و غالب کی روحون کے ساتھ انکا کیا سلوک ہے؟ جو قوم اپنے اسلاف کے عقلی و ذہنی، روحانی و اخلاقی ترکہ کو اس درجہ حقیر و ناقابل التفات سمجھتی ہے، اگر فطرت کی عدالت اسکے استحقاق حکومت و امارت کے دعویٰ کو ناقابل التفات سمجھے، تو کون اس فیصلہ کو نامنصفانہ کہہ سکتا ہے؟

مسٹر پی، سی، رائے اسوقت ہندوستان کے سب سے بڑے ماہر کیمیائیات ہین۔ انکی سائنٹفک عظمت بیرون ہند کے معاصر علماء فن کو مُسلّم ہے، کچھ روز ہوے لوگون نے ان سے اصرار کیا کہ وہ اپنے تئین کونسل مین انتخاب کے اُمیدوار کی حیثیت سے پیش کرین، اس تحریک کے جواب مین پروفیسر موصوف نے الفاظ ذیل ارشاد فرمائے،

"مین سیاسی مسائل سے کافی دلچسپی رکھتا ہون، لیکن جسوقت تک ملک مین کم از کم تیس ماہرین کیمیا نہ پیدا ہو جائین، مین میدان سیاست مین قدم نہین رکھ سکتا۔ ملک مین اسوقت اہل سیاست کا قحط نہین، بلکہ انکی تعداد ضرورت سے بہت زائد ہے، ملک کو اب ضرورت ارباب سیاست کی نہین، بلکہ سائنس دانون اور محققین کیمیا کی ہے۔ اور انہین کا اسوقت قحط ہے۔ جسوقت تک اس جماعت کی تعداد مین معقول اضافہ نہ ہوگا، ہمارے درد کی دوا نہین ہو سکتی۔ سیاسیات مین بھی کرنے کے بیسیون کام ہین، لیکن مین اس مین جسقدر وقت دونگا، اسی قدر اپنی مخصوص خدمت علم و فن سے قاصر رہونگا"!

سنتے ہین کہ کسی زمانہ مین سلمان بھی بڑے بڑے مناصب ملکی کو استغنا، علم و فن کی قربان گاہ پر نذر چڑہا دیتے تھے،

جبشیون کا شمار دنیا کی "شائستہ" و "متمدن" اقوام مین نہین، اور صدی ڈیڑھ صدی اُدھر تو حیوانات کی طرح علانیہ انکی تجارت ہوتی تھی، اور انکا مقصدِ حیات صرف یہی ہوتا تھا، کہ مدۃ العمر سفید فام مخلوقات کی غلامی کرتے رہین۔ اِسوقت امریکہ مین انکی تعداد کچھ کم ایک کرور ہے، آج سے دس سال پیشتر اس جماعت کے پاس نشر خیالات کا کوئی آلہ نہ تہا، نومبر سنہ ء مین اسکے ایک ممتاز رکن ڈاکٹر ڈیو بوایس نے اپنے قومی اغراض و حقوق کے تحفظ کے لیے ایک ماہوار رسالہ کرائسیس (The Crisis) جاری کیا، پہلا نمبر ایک ہزار کی تعداد مین شائع ہوا، اور ہاتھون ہاتھ نکل گیا، اسکے بعد سے ہر نمبر کی تعداد اشاعت مین حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے، تا آنکہ سنہ ۱۹ کے آخری اعداد کے بموجب اُسکے خریدارون کا شمار ۹۴،۹۰۰ تک پہونچ چکا ہے! بہتر ہوتا کہ ۳۳ کرور آبادی کی "عام و مشترک زبان" مین نکلنے والے جملہ رسائل اپنی اپنی تعداد اشاعت کی مجموعی میزان سامنے لاکر اپنی قوم، اور اس نوخیز و قلیل التعداد قوم کی قدرشناسی صحافت کے درمیانی فاصلہ کی پیمایش کرتے،

مدراس کے نامور ریاضی دان رامانجم کی خبر وفات کسی پچھلے معارف مین درج ہو چکی ہے، یورپ کے اعلیٰ علمی رسائل مدت تک انکے ماتم مین سوگوار رہے، اور متعدد ماہرین فن کے قلم نے اس حادثہ عظیم پر علم و فن کی جانب سے فریضہ تعزیت ادا کیا، کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر جی، ایچ، ہارڈی نے سائنٹیفک ہفتہ وار نیچر مین جو تعزیت نامہ

شائع کیا ہے، اس مین بار بار اس قسم کے فقرے ملتے ہین "یہ بالکل یقینی ہے، کہ مرحوم کی مجتہدانہ فضیلت اعلیٰ ترین پایہ کی تھی، اور وہ ایک بالکل استثنائی قوت فکر و اجتہاد کا شخص تھا" "اُسکے تقریبًا بیس مقالات شائع ہوے، جنہون نے زمانۂ جنگ ہی مین تمام دنیاے ریاضیات کو اپنی جانب متوجہ کر لیا" "اُسکے پیش نظر صرف وہ مسایل تھے، جن تک معدودے چند افراد کی رسائی ہو سکتی ہے" "اسکی قوت استنباط بالکل حیرت انگیز تھی، جسکی کوئی نظیر کسی یورپین ریاضی دان مین میری نظر سے آج تک نہین گذری" "اس نوعمری مین وہ جتنے کارنامہ چھوڑ گیا، وہ عجیب و غریب ہین، اور آج سے بیس سال کے بعد عجیب تر معلوم ہونگے"

لیکن مرنے والے کے کمالات فن سے کہین زیادہ عجیب یہ واقعہ ہے، کہ ایک غریب ایشیائی کی وفات کے متعلق "عالی دماغ"، "متمدن" یورپ کے اکابر فن کو اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا پڑے! ع سوز زندگی نثار ہون اِس ایک موت پر،

کلکتہ کے ایک انگریزی تعلیمی معاصر نے فرزندان ہند کے اُن مضامین و مقالات کی فہرست شائع کی ہے، جو ادہر چار پانچ سال کے عرصہ مین انگلستان و امریکہ کے بلند ترین سائنٹفک رسائل فزیکل ریویو، فلاسوفیکل میگزین، وغیرہ مین مسایل طبعیات کے متعلق شائع ہوے ہین۔ اس پایہ کے مجتہدانہ مقالات تعداد مین پندرہ ہین، جنکے مصنفین کلکتہ، لاہور، لکھنؤ و بنارس، کے نونہالان وطن ہین (جن مین بیشتر حصہ فرزندان بنگال کا ہے) لیکن اس سلسلہ مین قابل ذکر بات صرف اتنی ہے، کہ مقالہ نگارون کی اس ساری جماعت مین ابوریحان و فارابی، موسیٰ و جابر، طوسی و قطب الدین رازی کے کسی ہم قوم کا نام نہین،

مغرب کو مشرق سے جو بیگانگی ومغایرت قائم ہے، اس مین تنہا "انہین" کا قصور نہین، بلکہ ہماری خطا بھی شامل ہے، حکمران وفاتح اقوام سے یہ توقع رکھنا کہ وہ محکوم ومغلوب اقوام کی اصلی زندگی سے صحیح واقفیت پیدا کرینگی، سرشت انسانی کے متعلق ایک ناقابل عمل خوش ظنی قائم کرنا ہے، دراصل یہ فرض ہمارا تھا، کہ ہم اپنے علوم وفنون، تہذیب وتمدن، افکار وخیالات، جذبات ومعتقدات، کے ایک ایک جزئیہ سے انہین آگاہ کرتے۔ اور جن آنکھون پر نخوت ورعونت، امارت وحکومت کے پردے پڑے ہوئے ہین، اُن کے یہ حجابات دور کرنے کی اپنے ہاتھون سے بار بار کوشش کرتے، لیکن افسوس ہے، کہ ارشاد وہدایت، تبلیغ ودعوت کے اس مقدس فرض سے برابر غفلت برتی جاتی رہی، اور یہ اسی کا خمیازہ ہے، جو آج مختلف مصایب کی شکل مین تمام عالم اسلامی پر نازل ہورہا ہے۔ تاہم غنیمت ہے، کہ ہجوم مصائب مسلمانان ہند مین اس ضرورت کا کچھ احساس پیدا کرچلا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ سے لنڈن سے جو ہفتہ وار پرچہ مُسلم آوٹ لک نکلنا شروع ہوا ہے، وہ اسی احساس کا عملی نتیجہ ہے، مسلمانون کی جو ضروریات ہین، انکے لحاظ سے اگرچہ یہ پرچہ بالکل ناکافی ہے، پھر بھی کچھ نہ ہونے سے اسکا ہونا بہرحال بہتر ہے، وفد خلافت کی کارگزاریان، دُشمنان خلافت کی سرگرمیان، ٹرکی کے متعلق عام معلومات کا اندراج اور ان پر تبصرہ، اسکا خاص موضوع ہے، اور یہ مقصد اسوقت یہ کامیابی کے ساتھ پورا کررہا ہے،

ناانصافی ہوگی اگر اس سلسلہ مین خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمات کو نظرانداز کردیا جاے۔ مواعظ وخطبات سے قطع نظر کرکے مخالفین کے مرکز مین سکونت اختیار

کرکے اپنے ماہوار رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ سے جو اہم وعظیم الشان خدمت وہ انجام دے رہے ہین، وہ دور حاضرہ مین اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل بے نظیر ہے، اس رسالہ کا مشن خالصتہً مذہبی ہے جو دنیوی اغراض کے شائبہ سے بھی پاک ہے، اور اسکے بعض مضامین اس پایہ کے ہوتے ہین کہ بلاتکلف یورپ کے اعلیٰ علمی رسائل مین جگہ پاسکتے ہین، مسلمانان ہند کے لیے یہ امر اور زیادہ باعث مسرت ہے، کہ یہ سعادت بجاے باشندگان ممالک اسلامیہ کے، انہین کے ایک ہموطن کے نصیب مین آئی،

"ترک موالات" کی تحریک چندماہ سے بڑی سرگرمی کے ساتھ ہورہی ہے، اور بعض حلقون مین اسپر عمل بھی شروع ہوگیا ہے، اسکے سیاسی پہلوؤن پر گفتگو کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے، لیکن اصولی حیثیت سے یہ عرض کردینا ضروری ہے، کہ ابتک اُسکا جو پروگرام (نقشہ عمل) ملک کے سامنے پیش کیا گیا ہے، وہ بہت ہی سطحی اور سرسری ہے۔ اصل یہ ہے کہ خالص مادّی وسیاسی ذرائع سے ہمارے اصلاح حال کی جتنی کوششین ہونگی، بالآخر سب ناکام ثابت ہونگی، حقیقی ضرورت اسکی ہے کہ نسخہ اصلاح مین روحانی و اخلاقی اجزا کی آمیزش کافی تعداد مین رکھی جاے، گاندھی صاحب کی مقدس شخصیت سے توقع تھی کہ وہ اس اہم نکتہ کو ضرور ملحوظ رکھینگے، لیکن حیرت وحسرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس باب مین انکی ذات بھی مایوس کُن ثابت ہوئی۔ خطابات کی واپسی، اعزازات سے دست برداری، ملازمت سے استعفا، وغیرہ مراتب مجوزہ سے سیاسی فوائد جو کچھ بھی حاصل ہون، لیکن ان مین سے کوئی شے ہمارے درد کا درمان نہین ہوسکتی، تاوقتیکہ اُس اندرونی

زندگی کی اصلاح نہ ہو، جو ابتک تمام مفاسد کی اصل و بنیاد رہی ہے۔ زخم کو اوپر سے خشک کرنے کی کوشش قطعاً بیسود رہے گی، جب تک اندر سے اسکا اندمال نہو، اور مادۂ فاسد دفع ہوکر مزاج اپنی طبعی حالت پر نہ آجاوے،

دست بردار ضرور ہونا چاہیے، مگر کس شے سے؟ حب جاہ اور خواہش نام و نمود سے، ترک یقیناً کرنا چاہیے؟ مگر کیا چیز؟ کذب و ناراستی، مکر و ریاکاری، استعفا قطعاً داخل کرنا چاہیے، مگر کس چیز سے؟ زرپرستی وطمع دنیوی سے تایب ضرور ہونا چاہیے، مگر کس شے سے؟ نفس پرستی اور جذبات کی غلامی سے، درحقیقت واپسی کے قابل محض کسی مخصوص قوم کی دی ہوئی مخصوص عزت نہین، بلکہ نفس مغربی تمدن ہے اور اسکے پھیلائے ہوے امراض اخلاقی و روحانی، مثلاً نخوت و رعونت، حرص وطمع، زرپرستی و زن مُریدی، نفاق اور ڈپلومیسی، اسراف و نمایش، شقاوت و بیدردی، آوارگی و عصمت فروشی، مے نوشی و قماربازی، اور خود غرضی و خود پرستی۔ حق پرستونکی زبان پر یہ شکوہ نہ ہونا چاہیے، کہ ہمارے قبضہ سے فلان فلان ملک نکلا جا رہا ہے، بلکہ ماتم اسکا ہونا چاہیے کہ ہمارے اخلاق وعقاید، ہماری عصمت و شرافت، ہماری خودداری و خداترسی، ہماری قناعت و دیانت، ہمارا صبر و استقلال، ہمارا خلوص و ایثار، اور ہماری للہیت و روحانیت، ہم سے رخصت ہوئی جا رہی ہے یہی وہ نکتہ ہے، جسے لسان العصر حضرت اکبر اپنی زبان مین یون ادا کرتے ہین ؎

تو اب جب ہر کہ ناخوش ہوس بنا پر تم — دلون کو طاعتِ حق سے یہ دور کرتے ہین
نہ یہ کہ عیش مین میری ہین یہ خلل انداز — ہمین ضعیف سمجھ کر غرور کرتے ہین

غلط فہمی نہ ہونا چاہیے۔ یہ جو کچھ کہا گیا، اس سے "ترک موالات" کے مجوزہ نقشۂ عمل کی مخالفت ہرگز مقصود نہین، اور نہ ہمین اس تجویز سے نفیاً یا اثباتاً کوئی سروکار ہے، البتہ اپنے ضمیر اور اپنی بصیرت کے مطابق جو صورت اصلاح قوم کے متعلق بہتر معلوم ہوئی اسکی جانب متوجہ کردیا گیا زمانہ خود اسکا فیصلہ کردیگا، کہ آخری فوز و فلاح کی بہترین صورت کیا ہے آیا مادیت و ظاہر پرستی کی وہ راہ، جس پر یورپ و امریکا اور انکی تقلید مین ایشیا کے بھی مصلحین و رہبران قوم عموماً چل رہے ہین، یا اصلاح باطن، تزکیۂ نفس، و صفائے روح کا وہ مسلک جس کی ہدایت جملہ انبیاء کرام، جملہ بانیان مذاہب، جملہ عارفان حق، اور جملہ ائمۂ اخلاق شروع سے آج تک کرتے آئے ہین،

مقالات

حقیقتِ علم

(۶)

(از مولانا محمد یونس فرنگی محلی)

یہ تین صورتین قانون ایتلاف ذہنی کی ہین، اور ان سب صورتون مین مشترک یہ ہے کہ بعض مخصوص اشیا یا مفاہیم کو دوسری بعض مخصوص اشیا، اور مفاہیم کے ساتھ ایک ایسا گہرا تخصیصی تعلق ہوتا ہے کہ جب اول الذکر اشیا، یا مفاہیم کا تصور ہم کرتے ہین تو انکے ساتھ آخر الذکر اشیا یا مفاہیم کا تصور بھی ہمارے ذہن مین ضرور پیدا ہوتا ہے، لیکن اب باقی رہی یہ بات کہ علاقۂ مقارنت، علاقۂ مماثلت، اور علاقۂ تضاد کی خود حقیقت کیا ہے، اور ذہن مین یہ تصورات کس طرح اور کس بنا پر پیدا ہوتے ہین، اسکے بیان کرنیکا یہ محل نہین، البتہ یہ ضرور ہے کہ مرکب تصورات کی پیدائش ذہن مین انہی اصول ثلثہ کی بنا پر ہوتی ہے، لیکن اگر ان قوانین کی مزید تفصیل اور شواہد درکار ہون تو پروفیسر بین کی کتاب "مطالعہ ذہن" اور ہربرٹ اسپنسر کی کتاب "اصول علم النفس" کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

تصور کی غلطیان اور انکے اسباب (۳)

(۱) تصور کی غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے احساس اور اس شے کے مابین فرق نہین کرتے، جس نے یہ حس ہمارے ذہن مین پیدا کیا ہے، اسی طرح ہم اپنے ذہنی تصور مین اور اس شے مین بھی اکثر فرق نہین کرتے ہین، جسکا یہ تصور ہے، تصور کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح احساس اور وہ شے جو احساس پیدا کرتی ہے

دونون علحدہ علحدہ چیزین ہین، اسی طرح تصور ذہنی اور وہ شے جسکا یہ تصور ذہنی ہے، یہ دونون بھی الگ الگ چیزین ہوتی ہین، مین نے لکھنؤ مین آصف الدولہ کا امام باڑہ دیکھا تھا، اب حیدرآباد مین بیٹھکر مین لکھنؤ کے امام باڑہ کا تصور کر رہا ہون تو وہ امام باڑہ جو میرے تصور مین ہے، اور وہ امام باڑہ جو خارج مین موجود ہے، یہ دونون الگ چیزین ہین، جو امام باڑہ میرے ذہن مین ہے وہ ایک ذہنی کیفیت ہے اور جو خارج مین ہے وہ ایک موجود واقعی ہے، اسی طرح جو آواز مین نے کل سُنی تھی اگر مین آج اسکا تصور کرون تو اسکا مطلب یہ نہونا چاہیئے کہ آواز کا یہ تصور جو میرے ذہن مین ہے یہ وہی آواز ہے جو مین نے کل سُنی تھی، کل والی آواز خارج مین فنا ہوگئی۔

حقیقت یہ ہے کہ جیساکہ تصور کی تعریف سے معلوم ہوچکا ہے، تصور ایک ذہنی کیفیت ہے جو غیر مرئی اشیا کو نفس کے سامنے مرئی صورت مین ظاہر کرتی ہے، لیکن وہ چیزین جنکا ہم تصور کرتے ہین کئی طرح کی ہوتی ہین، بعض چیزین وہ ہین جو خارج مین بالفعل موجود ہین خواہ وہ محسوس و مرئی ہوتی ہون یا غیر محسوس و غیر مرئی ہون، مثلاً آفتاب کہ وہ محسوس و مرئی ہوتا ہے اور بالفعل موجود بھی ہے لیکن مثلاً خدا اور فرشتے وغیرہ کہ یہ خارج مین بالفعل موجود تو ہین مگر محسوس و مرئی نہین ہوتے ہین، دوسری چیزین وہ ہین جو بالفعل غائب یعنی غیر موجود ہین خواہ یہ چیزین ایسی ہون کہ اُن کا وجود نہ کبھی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے، مثلاً بھوت پریت یا عنقا اور رخ وغیرہ یا ایسی ہون کہ جنکا وجود ہوچکا ہو، اور اب غیر موجود ہون مثلاً وہ آواز جو مین نے کل سُنی تھی یا وہ غذا جو کل مین نے کھائی تھی یا وہ لوگ جو مر گئے ہین اور یا یہ چیزین ایسی ہون کہ جو آیندہ موجود ہونگی مثلاً وہ جنین جو اب پیدا ہوگا یا وہ پھول جو آیندہ موسم باران مین کھلیگا، غرض یہی چار پانچ طرح کی چیزین ہین جنکا ہم تصور کرتے ہین ان مین سے اول الذکر قسم کی چیزین یعنی وہ جو موجود بالفعل ہین محسوس و مرئی ہوتی ہون یا غیر محسوس وغیر مرئی ہون ظاہر ہے کہ انکا وہ تصور جو ہمارے ذہن مین ہوتا ہے اسکو ان چیزون کے وجود خارجی

کوئی نسبت نہین ہوتی، ہمارے تصورات ہماری ذہنی کیفیتین ہین، اور یہ چیزین خارج مین موجود ہوتی ہین، اسی طرح وہ چیزین جنکا وجود خارج مین ابتک نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے، ان کا تصور بھی خود ان چیزون سے مختلف ہوتا ہے، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ان چیزون کا وجود زیادہ تر خود ہمارے تصور پر مبنی ہوا کرتا ہے، لیکن بھوت کا وہ تصور جو میرے ذہن مین ہے، اور وہ خیالی تصویر جو کبھی کبھی مجھے نظر پڑتی ہے یہ دونون چیزین یکسان نہین ہوسکتین، پھر تصور ایک ذہنی کیفیت ہے اور خارج مین جو تصویر مجھے نظر پڑتی ہے وہ ذہنی کیفیت نہین بلکہ ذہن کی پیدا کردہ تصویر ہے اسی طرح وہ چیزین جو موجود ہو چکی ہین یا وہ جو آیندہ پائی جائینگی انکے تصورات بھی خود ان چیزون سے مختلف ہوتے ہین، محاصل یہ کہ جتنی چیزین ہین یا خود تصور کی پیدائش کی باعث ہوتی ہین یا خود تصور کی پیدا کردہ ہوتی ہین مگر خود تصور نہین ہوتین، تصور کی تہیوری مین یہ نکتہ گو بادی النظر مین اہم نہین معلوم ہوتا لیکن اسی نکتہ کے فراموش کرنے کے باعث قدمار نے اپنے فلسفہ کی یہ عجیب وغریب بنا قرار دی تھی کہ جو چیز تصور مین آسکتی ہے وہ خارج مین ضرور موجود ہے نیز یہ کہ جن دو چیزون کا تصور ممتاز صورت مین ہوتا ہے وہ وجود خارجی مین بھی اسی امتیاز کی شان کے ساتھ علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہین، یہی دو اصول تھے جنکی باعث قدمار کا فلسفہ الفاظ اور تصور کے گورکھ دھندے مین ہمیشہ پھنسا رہا، اور کبھی الفاظ اور مبہم تصورات کی بھول بھلیان سے باہر نہ نکل سکا، غرض تصور کی تھیوری مین یہ ایک نہایت اہم نکتہ ہے جسکو ملحوظ رکھنے سے ہم فلسفہ کے بیشمار مغالطات سے اپنے تئین محفوظ رکھہ سکتے ہین

(۳۳) تصور کی غلطی کا دوسرا سبب

لیکن تصورات کی غلطی کا دوسرا بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارے تصور کے حدود بے انتہا وسیع ہین اسلئے ہمارے تصورات مین بڑا حصہ ان معلومات کا ہوتا ہے جو خود ہمارے ذہن کے پیدا کردہ ہوتے ہین، پس جس وقت تصور مطلق العنان ہو جاتا ہے تو وہ ان اشیا کو بھی مرئی صورت مین لا کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جنکا وجود عادۃً محال ہے یا جنکا وجود قوانین فطرت کے خلاف ہے یا جنکا وجود ہمارے استقرا تام کے خلاف ہے یا جنکا وجود قانون

علیت کے منافی ہے مثلاً یہ ایک قانون فطرت ہے کہ حیوانات (جنمین انسان بھی شامل ہے) بلا غذا کے زندہ نہین رہ سکتے، لیکن ہمارا ذہن ان افراد واشخاص کا بھی تصور کرسکتا ہے جو بلا غذا زندہ رہتے ہون یا مثلاً یہ ایک قانون فطرت یا استقرا تام ہے کہ کوئی مادی چیز ہوا مین معلق نہین رہ سکتی، لیکن ہم ایک ایسے تابوت کا تصور کرسکتے ہین جو ہوا مین معلق رہتا ہے یا مثلاً ابتک ایسے جانور نظر نہین پڑے جنکی ٹانگین چارپایون کی سی اور چہرہ انسان کا سا ہو مگر ہم اس قسم کے جانورون کا تصور کرسکتے ہین، ہمارے تجربہ حسی مین کبھی ایسا درخت نہین آیا جسکے پتے ہاتھی کے کان کے برابر ہون، مگر ہمارا ذہن اس قسم کے درخت کا تصور کرنے مین مشاق ہے، لیکن کیا ہمارا تصور ان چیزون کا وجود خارجی تسلیم کرنے مین حق بجانب ہے؟ اگر ہم اپنے دل سے یہ سوال کرین تو یقیناً ہم اسکا جواب نفی مین پائین گے، لیکن اگر کوئی شخص ان تمام تصورات پر ایمان رکھتا ہے تو محض اس بنا پر کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جس چیز کا تصور ہمارے ذہن مین پیدا ہوتا ہے ضرور ہے کہ اسکا وجود خارج مین بھی اسی طرح ہو، حالانکہ ہم اوپر بتا چکے ہین کہ یہ کوئی ضروری نہین کہ جس چیز کا تصور ہمارے ذہن مین پیدا ہو وہ اسی طرح خارج مین بھی موجود ہو، اعمال تصور کی تجدید کے بیان مین یہ معلوم ہوچکا ہے کہ عمل تخلیط سے جو تصورات پیدا ہوتے ہین انکا وجود خارج مین اس مخلوط شکل مین نہین ہوتا نیز یہ کہ جتنے تصورات ہمارے ذہن مین ان چیزون کے پیدا ہوتے ہین جو خارج مین موجود نہین ہین بلکہ جنکا خارج مین پایا جانا محال ہے، انکی پیدائش زیادہ تر عمل تخلیط کی بنار پر ہوتی ہے اور ان تصورات کا ہمارے اوپر بعض وقت ایسا استیلا ہو جاتا ہے کہ ہم انکو موجود واقعی سمجھنے لگتے ہین، پس ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر تصور واقعی نہین ہوتا بلکہ جو تصور جتنا واقعہ خارجی کے مطابق ہوگا اسی قدر وہ زیادہ صحیح ہوگا، اس اصول کو ہم نے اوپر اس طرح بیان کیا تھا کہ جب کسی تصور کی واقعی حقیقت اور اہمیت دریافت کرنا ہو تو اسکو تحلیل کرکے احساس کے مرتبہ تک لانا چاہیئے یعنی یہ دریافت

کرنا چاہیئے کہ یہ تصور کس احساس کی بنا پر پیدا ہوا ہے، اور صحت و غلطی میں اس احساس کا کیا رتبہ ہے حاصل یہ کہ اکثر ہمارے تصورات میں غلطی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ اُنکو محسوسات یا احساسات سے مطابق کر کے نہیں دیکھا جاتا، بلکہ محض تصور کی شہادت کو ایمان کی بنار قرار دیا جاتا ہے، لیکن اگر تصور کے ایک ایک زینہ میں یہ بات اچھی طرح جانچ لیجایا کرے کہ ہمارا تصور کس احساس کی بنا پر پیدا ہوا ہے اور اس احساس کا صحت و غلطی کے لحاظ سے کیا مرتبہ ہے تو ہمارے تصور میں کبھی غلطی واقع نہو، یہ دوسرا اہم نکتہ ہے جسکو فراموش کرنے سے قدما، فلاسفہ نے اپنے قیاسات اور دلائل کو محض عقلی تخمینات کے درجہ تک پہنچا دیا اور فلسفہ کی وہ اساس اور بنا مضبوط ہو گئی جسکو اصطلاح میں استدلال ذہنی یا سبجکٹو متیھڈ[1] کہا جاتا ہے، فلسفہ کے اس اصول کی تشریح چونکہ بے موقع ہے

[1] فلسفیانہ براہین دو طرح کے ہوتے ہین، براہین ذہنی اور براہین واقعی یعنی سبجکٹو متیھڈ اور ابجکیٹو متیھڈ ان دونوں کی حقیقت کی تشریح امریکن فلسفی لویس نے جو مشہور تاریخ فلسفہ کا مصنف ہے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی ہے جو اسی کے اوراق سے درج ذیل ہے،

اشیار خارجی اور اُنکے تصورات کے مابین مطابقت پیدا کرنا استدلال کی اصل غرض ہے، لیکن استدلال کی شکل دو طرح کی ہوتی ہے، اول یہ کہ استدلال کی ہر منزل مین تصورات ذہنی کو اشیار خارجی کے قدم بقدم اس طرح ترتیب دینا کہ استدلال کی ہر منزل مین تصورات مطلق العنان نہو سکین، بلکہ اشیار خارجی پر برابر منطبق ہوتے رہین، دوسرا طرزیہ ہے کہ استدلال کے مقدمات کو اس طرح ترتیب دینا کہ بجائے اسکے کہ تصورات کا انطباق اشیار خارجی پر ہوتا ہو خود تصورات تصورات پر منطبق ہوتے ہون، بات یہ ہے کہ جن اشیار کا احساس نفس کو ہوتا ہے اُنکے باہمی تعلقات کا تو احساس ہوتا نہین بلکہ تعلقات کے اس خلا کو اپنے قیاس کے ذریعہ سے پُر کرنا ہوتا ہے، اسلئے فکر کرنے وقت دو حرکتین نفس مین پیدا ہوتی ہین ایک تعقل سے قیاس تک اور دوسری قیاس سے تصدیق و اذعان تک، لیکن استدلال ذہنی مین نفس تعقل سے قیاس تک جا کر رک جاتا ہے، بخلاف استدلال واقعی کے کہ اسکا بڑا جز

(بقیہ بر صفحہ آیندہ)

اسلئے ہم اس بحث کو زیادہ طول دینا نہین چاہیئے، اس جانب صرف اشارہ کر دیا ہے، تاکہ واقفکار ناظرین حقیقت علم کے ضمن مین فلاسفۂ متقدمین کے مغالطات سے بھی واقف ہوتے جائین۔

یہ تصور کی غلطیون اور اُنکے اسباب کی اجمالی تشریح ہے، چونکہ ہمکو اس مضمون مین صرف علم کے بسیط اقسام سے بحث کرنا ہے اسلئے ہم تصور کی پیچیدہ غلطیون اور اُنکے اسباب سے یہان پر بحث کرنا نہین چاہتے، تصور کی غلطیون کی بحث نفسیات مین نہایت معرکۃ الآرا اور طول طویل بحث ہے جسکی تفصیل کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہین، اب ہم تصور کی حقیقت اسکی وسعت اسکے حدود اور اسکی غلطیون سے بالاجمال بحث کرنیکے بعد علم کے تیسرے مرتبہ تجرید ذہنی سے بحث کرتے ہین۔

(۳۵) تجرید ذہنی یا تعقل کی غرض اور ضرورت اور احساس و تصور سے اس کا تعلق

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ علم کے تین مدارج ہین، احساس بسیط، تصور اور تجرید ذہنی یا تعقل، یہان ہماری مراد تجرید ذہنی سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تصدیق و اذعان ہے، پس استدلال واقعی اس حرکت ذہنی پر جو استدلال ذہنی مین بھی پائی جاتی ہے، اسی طرح مشتمل ہوتا ہے جس طرح سائنس مابعد الطبیعیات کے اصول و مباحث پر سائنس دان اور فلسفی دونون تعقل اور قیاس سے برابر کام لیتے ہین، لیکن سائنس دانون کے دلائل چونکہ زیادہ تر واقعات خارجی کے مطابق ہوا کرتے ہین اسلئے وہ اپنے قیاسات کو واقعات خارجی پر منطبق کر کے استدلال کی ہر منزل مین تصدیق و اذعان کے پیدا کرنیکی بھی کوشش کرتے ہین، بخلاف ایک فلسفی کے کہ چونکہ اسکے استدلالات اسکے تصورات ذہنی پر مبنی ہوا کرتے ہین، اسلئے وہ تصدیق و اذعان حاصل کرنے کی اتنی پرواہ نہین کرتا، حاصل یہ کہ ان دونون طرز استدلال مین فرق صرف اسقدر ہے کہ استدلال واقعی اشیار کی باہمی خارجی نسبتون اور تعلقات پر مبنی ہوتا ہے، اور استدلال ذہنی کو اشیار کی خارجی نسبتون سے بحث نہین ہوتی بلکہ اسکی بنار تصورات کی ذہنی نسبتون پر ہوتی ہے۔

وہ ذہنی عمل نہین ہے جو عمل تخلیط و تحلیل کا مقابل اور قسیم ہے بلکہ یہان تجرید ذہنی سے علم کا ایک خاص درجہ مراد ہے جو ذہنی قوانین کی بنا پر احساس اور تصور کے حاصل کردہ معلومات مین اضافہ کرتا ہے، احساس و تصور کی ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ اُن کا تعلق زیادہ تر جزئیات سے تھا، بخلاف تجرید ذہنی یا تعقل کے کہ اسکا تعلق جزئیات سے نہین بلکہ کلیات سے ہے، یعنی احساس و تصور سے صرف افراد جزئیہ مثلاً زید عمرو بکر وغیرہ کا علم حاصل کیا جاتا تھا، لیکن تجرید ذہنی یا تعقل مین آکر اس سے آگے ترقی ہوتی ہے اور یہان وہ اعلیٰ معلومات حاصل کئے جاتے ہین جنکا خارج مین کہین نام و نشان نہین ہوتا، احساس و تصور مین ہمکو خاص خاص موجودات خارجی کا علم ہوتا تھا، ہم جن چیزون کو اپنے حواس سے محسوس کرتے تھے اُنکے متعلق نفس مین کیفیت حسی پیدا ہوتی تھی یا جو چیزین اسوقت ہمارے حاسہ کے سامنے نہین ہین وہ مرئی صورت مین ہمارے ذہن کے سامنے پیش کیجاتی تھین لیکن تعقل کے مرتبہ مین آکر اب احساس کی حد ختم ہو گئی، اب نفس ان محسوسات کو جمع کرکے اُنسے ایک حقیقت کلیہ اخذ کرتا ہے اب یہان اُسکو زید عمرو بکر سے مطلب نہین بلکہ اب وہ خود انسان کا علم حاصل کرتا ہے، اب اُسکو قانون جذب و کشش یا قانون حرکت یا قانون عدم فنا، مادہ سے بحث نہین بلکہ اب وہ ایک عالمگیر "نیچر" کل حقیقت کی جستجو کرتا ہے، غرض تعقل کو احساس و تصور کی طرح جزئیات سے کوئی بحث نہین ہوتی بلکہ اس مرتبہ مین حاصل شدہ جزئیات سے کلیات کا علم حاصل کیا جاتا ہے، پس اس پوری تقریر سے معلوم ہوا کہ احساس اور تصور دونون یا ان مین سے کوئی ایک تعقل کا مواد فراہم کرتے ہین -

(۳۶)
کلیات کے وجود کے متعلق مختلف فلاسفہ کے مذاہب و خیالات

لیکن قبل اسکے کہ ہم تعقل کی حقیقت کی تشریح کرین یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالاً اس بات سے بھی آگاہ کردین کہ کلیات کے وجود کے متعلق فلاسفہ نے کیا مذاہب اختیار کئے ہین ؟ یہ ظاہر ہے کہ ہماری زبان مین جتنے موضوع

الفاظ استعمال کئے جاتے ہین ان کا کوئی نہ کوئی مصداق خارج مین ضرور ہوتا ہے خواہ یہ مصداق کوئی ذات ہو مثلاً زید عمرو بکر، گھوڑا اور گاڑی وغیرہ یا کوئی صفت ہو مثلاً شجاعت، سخاوت وغیرہ، یا کوئی عرض ہو مثلاً سیاہی سپیدی وغیرہ یا کوئی مقدار و وزن ہو جیسے چار پانچ وغیرہ یا کوائف نفسانیہ ہون، مثلاً احساس، تصور، محبت وغیرہ غرض جتنے الفاظ مستعمل ہوتے ہین انکا کوئی نہ کوئی مصداق ضرور ہوتا ہے لیکن یہ الفاظ دو طرح کے ہوتے ہین، بعض الفاظ تو وہ ہین جنکے مصداقات جزئیات خارجیہ ہین مثلاً یہ گھوڑا وہ ہاتھی، زید، عمرو بکر وغیرہ، اور بعض الفاظ وہ ہین جنکے مصادیق ایک یا چند جزئیات خارجیہ نہین ہین بلکہ وہ خارج مین بہت سے جزئیات پر صادق آتے ہین، مثلاً نوع انسان وغیرہ، پہلی قسم کے الفاظ کو جنکا صدق خارج مین مخصوص مخصوص جزئیات پر ہوتا ہے، الفاظ جزئیہ کہتے ہین اور دوسرے قسم کے الفاظ کو کلیات تو اب سوال یہ ہے کہ جزئیات کے مصداقات تو ظاہر ہے کہ خارج مین موجود ہوتے ہین لیکن آیا اسی طرح کلیات کے مصداقات بھی خارج مین یا ذہن مین موجود ہین یا نہین -

یہ اصل بحث ہے جو تصورات کلیہ کے متعلق ما بہ النزاع ہے، تصورات کے وجود کے متعلق فلاسفہ کے مختلف خیالات ہین،

(۳۷)
ریلزم یا خارجیت

(۱) قدماء کا سب سے پہلا خیال یہ تھا کہ ہر لفظ کا ایک مصداق خارج مین ضرور ہوتا ہے جس طرح زید کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے جو خارج مین موجود اور مشاہد و مرئی ہے اسی طرح انسان کا اطلاق بھی ایک خاص شے پر ہوتا ہے جو خارج مین موجود ہے اور انسان کے تمام افراد مین مشترک طور پر پائی جاتی ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ زید کے مصداق کا علم ہمکو حواس سے ہوتا ہے، لیکن انسان کے مصداق کا علم حواس سے نہین بلکہ عقل سے ہوتا ہے، پھر اس قسم کے کلی مصداقات صرف انہی الفاظ کے ساتھ خاص نہین ہوتے جنکا اطلاق بالاشتراک بہت سے

افراد پر ہوتا ہے بلکہ اس قسم کے مصداقات عقلی ہر اس لفظ کے مقابل مین بھی ہوتے ہین اجنکا اطلاق کسی ذات پر ہوتا ہو مثلاً جس طرح لفظ انسان ہے کہ اسکا ایک مصداق عقلی ہے، جسکا تعقل عقل کرتی ہے اسی طرح لفظ زید کے بھی دو مصداق ہین، ایک مصداق تو وہی ذات ہے جو خارج مین مشاہد ہوتی ہے اور دوسری وہ ذات ہے جسکا وجود عقلی ہے اور جسکا ادراک عقل کرتی ہے، غرض ہر لفظ کے دو مصداق ہوتے ہین ایک ان مین سے مشاہد و مرئی ہوتا ہے اور دوسرا غیر مشاہد اور عقل سے ادراک کیا جاتا ہے اسی دوسری قسم کے عقلی مصداق کو کلیات کہتے ہین یہ کلیات بھی خارج مین اُسی طرح موجود ہین جسطرح جزئیات لیکن کلیات جزئیات سے اشرف ہین، کیونکہ کلیات اصل اور جزئیات اسکے پرتو ہین، نیز کلیات کا وجود بھی جزئیات کے وجود سے اشرف و اعلیٰ ہے، کیونکہ کلیات کا وجود عقلی اور جزئیات کا وجود حسی ہے، گویا ان لوگون کے نزدیک وجود دو طرح کے ہوتے ہین وجود حسی اور وجود عقلی، اور اسی لحاظ سے انکے نزدیک موجودات کی بھی دو قسمین ہو گئی ہین موجودات حسیہ اور موجودات عقلیہ، موجودات حسیہ وہ ہین جنکا ادراک حواس سے ہوتا ہے اور موجودات عقلیہ وہ ہین جنکا ادراک عقل کرتی ہے، یہ مسلک افلاطون اور سقراط کا ہے اور اصطلاح مین اس مذہب کو ریلزم کہتے ہین، افلاطون اس قسم کے کلیات کو اصطلاح مین آئڈیاز یعنی تصورات اور فارمس یعنی مُثُل کہتا ہے اور یہی کلیات یا عالم عقلی ہے جو افلاطون کی اصطلاح مین عالم مثال کہلاتا ہے[1]۔

---

[1] افلاطون کے نظریۂ امثال کے لئے دیکھو ریپبلک فیدو اور طیماوس افلاطون کے بعد اسکے اس نظریہ کی تعبیر و تاویل کے بارہ مین سخت اختلاف ہو گیا ہے افلاطون کے نزدیک یہ امثال زیادہ تر اوصاف نفسانیہ اور عوارض تک محدود ہین لیکن فورفوریوس نے اسکی تشریح کرتے ہوئے جواہر و اعراض، کلیات و جزئیات سب اس نظریہ کو حاوی کر دیا۔

پر افلاطون اور سقراط کے علاوہ فیثاغورس اور دوسرے فلاسفہ اور تھے جو اسی قسم کے خیالات رکھتے تھے لیکن انکے اور افلاطون کے خیالات مین فرق تھا، ریاضیین کا مذہب یہ تھا کہ شکل اور ہیئت اور تعلیمات اصل کائنات ہین اور انکا وجود عقلی ہے، فیثاغورث کا مذہب یہ تھا کہ عدد اصل کائنات ہے اور اسکا وجود حقیقی اور عقلی ہے، لیکن افلاطون اور سقراط اس بات کے قائل تھے کہ یہ تصورات کلیہ اور مُثُل اصل کائنات اور موجود حقیقی ہین، غرض یہ تینون مذاہب تھے جو کم و بیش تھوڑے تھوڑے تغیر کے ساتھ کلیات کے وجود خارجی حقیقی پر ایمان رکھتے تھے اور ان سب مذاہب پر ریلزم کا اطلاق ہوتا ہے۔

کنسپچولزم یا تصوریت (۳۸)

(۲) لیکن اس مذہب کے مقابل مین دوسرا مذہب افلاطون کے بہت زمانہ کے بعد یورپ مین جان لاک نامی ایک فلسفی نے ایجاد کیا، جان لاک کا مذہب یہ ہے کہ کلیات کا وجود خارج مین نہین ہوتا بلکہ ان کا وجود صرف ذہن کے اندر ہوتا ہے یعنی یہ کہ جن جن اوصاف مین متعدد افراد جزئیہ مشترک ہوتے ہین اُنکے مصادیق کا ایک قدر مشترک تصور ذہن کے اندر پیدا ہوتا ہے جو اس کلی کا مصداق ہوتا ہے اور جسکو خود ہمارا ذہن پیدا کرتا ہے اور یہ تصور ذہنی موجودات خارجیہ ہی سے حاصل کیا جاتا ہے، یہ مذہب سابق الذکر مذہب کے بالکل عکس ہے سابق الذکر مذہب مین کلیات کو موجودات خارجی واقعی تسلیم کیا ہے، لیکن اس مذہب مین وہ موجودات ذہنی تسلیم کئے گئے ہین، اسی طرح سابق الذکر مذہب مین کلیات موجودات واقعی اصلی اور مبدء کائنات فرض کئے گئے ہین، لیکن اس مذہب مین انکو موجودات ظلی غیر واقعی فرض کیا گیا ہے غرض ہر طرح سے یہ مذہب سابق الذکر مذہب کا عکس ہے، اس مذہب کو اصطلاح مین کنسپچولزم یا تصوریت کہتے ہین، اس مذہب کو یورپ مین خواہ جان لاک نے ایجاد کیا ہو لیکن ابن رشد کی تصانیف مین اس مذہب کا پتہ چلتا ہے اور علماے اسلام مین

اشاعرہ متکلمین نے وجود ذہنی کا انکار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اسلام مین بعض لوگ تصورات کے وجود ذہنی کے قائل تھے، حقیقت یہ ہے کہ علمائے اسلام کے علاوہ خود ارسطو نے جو مذہب اختیار کیا تھا وہ بھی فلسفہ تصوریت کے قریب قریب تھا،

معقولات ثانیہ (۳۹)

(۳) افلاطون کے مذہب کا اصلی مدعا یہ تھا کہ مثلاً زید عمرو بکر وغیرہ مختلف افراد انسانی مختلف التشخص اور متحد النوع پائے جاتے ہین یعنی یہ کہ یہ سب گو اپنے تشخصات مین مختلف مگر انسانیت مین متحد ہین ان مین قدر مشترک انسانیت جو ہے وہ خارج مین ایک موجود حقیقی ہے جسکا وجود افراد کے وجود سے علحدہ ہے یہ افلاطون کے مذہب کا خلاصہ ہے، لیکن ارسطو نے اس مذہب مین اسقدر ترمیم کی کہ اس نے ان افراد کو جو حقیقت مین متحد مگر تشخص مین مختلف تھے، ان افراد سے جو تشخص اور حقیقت دونون مین مختلف تھے متمائز کیا پھر اس امتیاز کو اسقدر وسعت دی کہ ان چیزون کو جو حقیقت اور تشخص دونون مین متحد نہین ان چیزون سے جو نوعیت اور حقیقت مین متحد تھین ممیز کیا، یعنی دوسرے لفظون مین اشخاص وانواع اور انواع و اجناس کی تفریق کرکے یہ بات ایجاد کی کہ مثلاً اشخاص کے اعتبار سے انکی اپنی ذہنی صورت یہ معقولات اولی ہین اور انواع مثلاً انسان کی صورت ذہنی اشخاص کی صورت ذہنی کے لحاظ سے معقولات ثانیہ ہین مثلاً زید کے تصور ذہنی کے بعد اسکی انسانیت کا تصور یہ معقولات ثانیہ مین ہے اور اس طرح کلیات کا وجود خارج مین کہین علحدہ نہین ہے بلکہ ان کا وجود ذہن کے اندر ہے یعنی انکا تعقل ذہن مین ہوتا ہے، یہ تفریق ارسطو کی ایجاد ہے اور گویا کہ اسکا مذہب کنسپچولزم یا تصوریت کے قریب قریب مطابق ہے۔

نامنیلیزم یا اسمیت (۴۰)

(۴) تصورات کلیہ کے وجود کے متعلق چوتھا مذہب برکلے اور مسٹر ہیلی کا ہے برکلے کے مذہب کو اصطلاح مین نامنیلزم یا فلسفہ اسمیت کہتے ہین، اس مذہب کا مطلب یہ ہے کہ

کلیات ایسے اسماء موضوعہ ہین جن سے کوئی شے خارج مین مراد نہین بلکہ تصور کلی صرف چند افراد کے تصور سے عبارت ہے گویا کلی کا تصور کہتے ہی اسکو ہین کہ ذہن مین چند جزئیات کا تصور مع انکے تشخصات کے ہوگیا، اگر یہ کہا جائے کہ ہم نے انسان کا تصور کیا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے زید، عمرو وبکر کا مع انکے تشخصات کے تصور کیا، لیکن یہ مدنظر رکھکر کہ ان افراد کے تشخصات اس نوع کی حقیقت مین داخل نہین اور نوع کے تشخص نہین بلکہ ان افراد کے تشخص ہین تو اس مذہب کے مطابق الفاظ کلیہ کے مصادیق نہ خارج مین موجود ہین اور نہ ذہن کے اندر بلکہ الفاظ کلیہ محض اسماء ہین

جیمس مل کا مذہب (۴۱)

(۵) پانچوان مذہب وجود کلیات کے متعلق جیمس مل کا ہے اور وہ یہ ہے کہ مختلف افراد جزئیہ جب جب بار بار ہماری نظر کے سامنے سے گذرتے ہین تو نفس ان سب کو ملاکر ان سے ایک مفہوم کلی اخذ کرتا ہے جو ان سب افراد مین قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے، اسی قدر مشترک وصف کلی کا نام کلی ہے، پس گویا اس مذہب کے مطابق کلی کا وجود نہ ذہن مین ہے اور نہ خارج مین بلکہ کلی محض ایک انتزاعی شے ہے،

غرض تصورات کلیہ کے وجود کے متعلق یہ پانچ مذاہب ہین جو فلاسفہ نے ایجاد کئے ہین ہمکو ان مذاہب کی صحت وغلطی سے کوئی بحث نہین، اب ہم ذیل مین یہ بتاتے ہین کہ ذہن مین کلیات کا تعقل کیونکر ہوتا ہے ؟ بالفاظ دیگر عمل تعقل کی حقیقت کیا ہے ؟ جس سے یہ بھی ظاہر ہوجائیگا کہ ہمارے نزدیک ان پانچ مذاہب مین سے کونسا مذہب صحیح ہے،

عمل تعقل کی حقیقت کی تشریح (۴۲)

ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ علم کا پہلا درجہ احساس ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ہمارے حاسہ کے سامنے جو شے آتی ہے اسکا علم ہمکو اپنے اعصاب حسی کے ذریعہ سے ہوجاتا ہے پھر دوسرا درجہ تصور کا ہے جسمین یہ کوئی ضروری نہین کہ وہ شے جسکا ہم تصور کر رہے ہین ہمارے حاسہ کے سامنے اسوقت موجود بھی ہو بلکہ صرف یہ ضروری ہے کہ کسی وقت وہ ہمارے حاسہ کے

سامنے سے گذر چکی ہو اور اسکا ہم احساس کرچکے ہون، فرض کرو کہ ہم نے متعدد بار متعدد موقعون پر گلاب کے پہول دیکہے تھے انکی خوشبو سونگہی تہی اور اُنکے رنگون کو خوب غور سے دیکہا تہا، اب فرض کرو کہ اسوقت ہمارے سامنے گلاب کا کوئی پہول موجود نہین، لیکن ہم اپنے سابقہ تجارب کو بذریعہ قوائین تصور جمع کر رہے ہین، یہ ظاہر ہے کہ جو احساس حاسۂ باصرہ سے ہوتا ہے وہ دیگر حواس کے احساسات سے زیادہ واضح زیادہ ممتاز اور زیادہ یقینی ہوتا ہے، تو اب اس لحاظ سے ان گلاب کے پہولون مین انکی خوشبو کا احساس جو ہمکو ہوا تہا اس سے زیادہ واضح اُنکے رنگون کا احساس تہا تو گلاب کے پہول سے رنگ کا تصور بہی دیگر اوصاف کے تصورات سے زیادہ واضح ہوگا اسی اصول کے مطابق اب فرض کرو کہ ہم اپنے ذہن مین گلاب کے پہول کے متعدد تصورات کا باہم مقابلہ کرتے ہین اور مقابلہ کرنیکے بعد ہمکو پتہ چلتا ہے کہ جتنے متعدد پہول ہم نے دیکہے اُنکے رنگ ایک ہی قسم کے تھے اور انکی خوشبو بھی ایک ہی طرح کی تھی، اب اس مقابلہ کے بعد ہمارے ذہن مین ایک مشترک رنگ اور ایک مشترک خوشبو کا خیال پیدا ہوتا ہے، اسی مشترک خیال کو جو مختلف افراد جزئیہ کے استقصا، اور انکے باہمی مقابلہ سے پیدا ہوتا ہے کلی کہتے ہین، پس تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ تعقل کلیات کے لئے چند باتین ضروری ہین،

(۱) احساس، یعنی متعدد افراد کا متعدد مواقع پر حاسہ کے سامنے سے گذر جانا،

(۲) تصور- یعنی قبل کے احساس کو ذہن مین جمع کر کے اُنکو مرئی صورت مین ذہن کے سامنے کرنا-

(۳) مقابلہ، یعنی ان متعدد تصورات کا باہم مقابلہ کر کے اُنسے قدر مشترک نکالنا-

یہ عمل تعقل کی نفسانی تشریح ہے، لیکن ایک بات بتا دینا اور ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ تعقل کلی کے لئے گو اسکی ضرورت نہین ہوتی کہ پہلے سے کوئی خیال بھی ذہن مین موجود ہو، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے بلکہ ان کلیات کا تعقل کرتے وقت جو نہایت پیچیدہ ہوتے ہین اکثر یہی ہوتا ہے کہ اگر ذہن مین

پہلے سے کوئی خیال موجود نہین ہوتا تو نفس کلی کا انتزاع بھی نہین کر سکتا ہے، لیکن یہ عام حالت نہین ہے بلکہ عام حالت یہی ہے کہ خیال کلی متعدد تصورات کے باہمی مقابلہ سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ خیال کلی سے تصورات کا قدر مشترک نکلتا ہو مثلاً اگر ہم نے کبھی سفید چیزین نہین دیکھی ہین اور نہ کبھی ہمارے ذہن مین سپیدی کا خیال پیدا ہوا ہے تو ہم متعدد سپید چیزون کو دیکھکر اُنکے تصورات کا باہمی مقابلہ کر سکتے ہین اور اس ذریعہ سے سپیدی کا مفہوم کلی اخذ کر سکتے ہین،

پس تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ تعقل کلیات بھی درحقیقت ایک قسم کا استقصا اور استقرا ہے لیکن جب کوئی مفہوم کلی حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اسی طرح دوسرے کلیات کے اخذ کرنیکا معیار بنجاتا ہے جس طرح تصورات جزئیہ اسکے اخذ کرنے کا معیار تھے یعنی مثلاً فرض کرو کہ ہم نے متعدد سپید اشیا کے تصورات کا باہم مقابلہ کر کے سپید کا مفہوم کلی حاصل کر لیا ہے، نیز یہ بھی فرض کرو کہ ہمارے ذہن مین بجز سپید کے مفہوم کلی کے دیگر مفہومات کلیہ ابھی حاصل نہین ہوے ہین، اب فرض کرو کہ ہماری نگاہ کے سامنے سے سرخ، سیاہ اور دیگر رنگون کی اشیا گذرین اور انکے تصورات ہمارے ذہن مین مجتمع ہوے، پس اب ہم اس صورت مین نہ صرف یہ کرینگے کہ ان جدید تصورات کا باہم مقابلہ کرینگے بلکہ اب ہم ان جدید تصورات کا آپس مین مقابلہ کرنے کے بعد اس مقابلہ سے جو مفہوم کلی حاصل ہوگا اسکا مقابلہ سپید رنگ کے قدیم مفہوم کلی سے بھی کرینگے جو پہلے سے ہمارے ذہن مین پیدا ہو چکا ہے اور اگر ان رنگون کو ہم سپید رنگ کے مثل نہ دیکھین گے تو ایک دوسرا مفہوم ہمارے ذہن مین ایک دوسرے رنگ کا پیدا ہوگا-

اسی طرح ایک دوسری صورت اور ہے اور وہ یہ ہے کہ مثلاً ہمارے ذہن مین چند حیوانات کا باہمی مقابلہ کرنے سے حیوان کا ایک خاص مفہوم کلی حاصل ہوا، اب فرض کرو کہ جن حیوانات کے تصورات کو جمع کر کے یہ مفہوم کلی حاصل کیا تھا، انکے علاوہ اب کوئی دوسرا جانور ہمکو نظر پڑا تو اب ہم یہ کرینگے کہ

اس جانور کے حالات کو ان دیگر جانورون کے حالات سے تطبیق دینگے جو ہمارے ذہن مین پہلے پیدا ہو چکے ہین یہانتک کہ حیوان کا مفہوم کلی جو پہلے ہمارے ذہن مین پیدا ہوا تہا اسمین اس جدید مثال سے ایک خاص اضافہ ہو جائیگا مثلاً ہمارے ذہن مین حیوان کا مفہوم کلی یہ پیدا ہوا تہا کہ حیوان ان جانورون کو کہتے ہین جو کہاتے پیتے چلتے پہرتے ہین، اب فرض کرو کہ ہمکو ایک دوسرا جانور ایسا نظر آیا جو نہ صرف کہاتا پیتا، چلتا پہرتا ہے بلکہ وہ ادراک بھی کرتا ہے، پس اسی طرح جو مفہوم کلی حیوان کا پہلے ہمارے ذہن مین پیدا ہو چکا ہے اسمین اور وسعت پیدا ہو گئی ہے اور اب ایک نیا مفہوم حیوان کا ہمارے ذہن مین پیدا ہوا جو پہلے مفہوم سے مختلف ہے، پس اسی طرح جتنے مفہومات کلیہ ذہن مین پیدا ہوتے ہین وہ دیگر مفہومات کلیہ کے پیدا کرنے مین اعانت کرتے ہین اور دیگر مفہومات کلیہ کے لئے معیار بنجاتے ہین اور یون ہی برابر معلومات اور مفہومات کلیہ مین وسعت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے،

الغرض تقریر بالا سے خوب واضح ہو گیا کہ عمل تعقل اصل مین مرکب ہوتا ہے تین قسم کے افعال ذہنی سے کہ اگر ان مین سے ایک بھی فوت ہو گیا تو عمل تعقل پورا نہوگا اور وہ تینون افعال ذہنی یہ ہین،

(۱) احساس، یعنی کسی شے کا حاسہ کے سامنے آکر اعصاب کو متاثر کرنا اور اعصاب کے اس تاثر کو نفس کا قبول کر لینا،

(۲) تصور، یعنی قبل کے احساسات کو نفس کا اسوقت جمع کرنا جبکہ یہ چیزین حاسہ کے سامنے موجود نہون

(۳) مقابلہ، یعنی ان تصورات کا باہم مقابلہ کرکے اُنسے قدر مشترک نکالنا۔

عمل تعقل کے متعلق ڈاکٹر دہویل کے اصول

علم کے تینون مراتب احساس، تصور، تعقل کے تشریحات کا بیان ختم ہو گیا، لیکن تعقل سے جو ایک مفہوم کلی حاصل ہوتا ہے، اسکی صحت کے معیار کے متعلق ڈاکٹر دہویل نے دو اصول قائم کئے ہین،

(۱) یہ کہ مختلف تصورات کا باہمی مقابلہ سے جو قدر مشترک اخذ کیا جاتا ہے اور وہ واقعی قدر مشترک ہو خیالی اور وہمی نہو مثلاً اگر فرض کرو کہ ہمین یہ مقصود ہے کہ تمام حیوانات کی تقسیم ہم باعتبار انکے رنگون کے کرین اور اس غرض سے ہم نے مختلف تصورات کا مقابلہ کرکے سپید جانور اور سیاہ جانور اس قسم کے تقسیمات بطور قدر مشترک پیدا کئے تو یہ مفہومات کلیہ اس لحاظ سے کہ ہمین محض رنگون کے اعتبار سے حیوانات کی تقسیم کرنا تھی اور دیگر اعتبارات سے ہم نے قطع نظر کر لیا تہا واقعی ہونگے اور جو قدر مشترک اس صورت مین اخذ کیا جائیگا وہ صحیح ہوگا لیکن اسکے یہ معنی نہونگے کہ یہ مفہومات کلیہ اسوقت بھی صحیح تسلیم کئے جائین جب ہم حیوانات کی تقسیم کسی دوسرے اعتبار سے کرین،

(۲) یہ کہ جو مفہوم کلی حاصل ہوا ہے وہ صاف اور واضح ہو یعنی یہ کہ واقع مین نہایت محنت اور احتیاط کے ساتھ اشیاء کی باہم مماثلتون کو خوب جانچ لیا گیا ہو اور اس جانچ کے بعد یہ مفہوم کلی حاصل کیا گیا ہو عمل تعقل کی صحت کے ان دو اصول کو ڈاکٹر دہویل نے قدیم فلسفہ سے مثالین دے دیکر خوب سمجھایا ہے، جسکو ہم بیان کرنا بیکار اور باعث تطویل سمجھتے ہین،

غرض تقریر بالا سے خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ کلیات کا تعقل اسوقت تک نہین ہو سکتا تاوقتیکہ متعدد جزئیات حواس کے سامنے سے نہ گذر لین، اس بنا پر مندرجۂ بالا تقریر سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہین،

(۱) مفہومات کلیہ کا وجود نہ خارج مین ہے اور نہ ذہن کے اندر بلکہ ہمارے حواس کے سامنے سے جب متعدد مثالین ایک ہی قسم اور ایک ہی طرح کی گذرتی ہین تو ہمارا ذہن ان متعدد اشیاء سے جو قدر مشترک انتزاع کرتا ہے اسی کا نام کلی ہے،

(۲) قضایاے کلیہ جو قائم کئے جاتے ہین مثلاً یہ کہ اجتماع ضدین محال ہے یہ قضایاے کلیہ بھی اسی قسم کے تجربات اور سابق علوم کی مدد سے بنائے جاتے ہین مثلاً اگر ہمکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ

سپید رنگ اور سیاہ رنگ دونون ایک وقت مین ایک ساتھ جمع نہین ہو سکتے ہین اور اسی قسم کے دیگر مثالون کا علم ہمکو نہوتا تو یہ قضیہ کلیہ ہم کسی طرح نہین بتا سکتے تھے،

(۳) اگر جزئیات کا علم ہمکو نہ ہو تو کلیات کا علم بھی ہمکو نہو سکیگا، افلاطون اور قدمار کے نزدیک کلیات کے علم سے جزئیات کا علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ کلیات جزئیات سے اشرف ہین کلیات لایزال اور قدیم اور جزئیات حادث ہین، کلیات غیر فانی اور جزئیات فانی ہین کلیات کا وجود عقلی اور جزئیات کا وجود حسی ہے، اگر ہمارے نزدیک ہمارے احساسات ہی خود عقل کے جاسوس ہین جب ہم حسی دنیا سے آنکھہ بند کرلین گے تو کبھی ہمین عقلی دنیا تک رسائی حاصل نہوگی،

(۴۴) نتیجہ اور تتمۂ مباحث

غرض احساس، تصور، اور تعقل، علم کے مراتب ہین، ان تینون مراتب مین سب سے زیادہ یقینی علم وہ ہے جو حواس سے حاصل ہوتا ہے، اور گو اس مرتبہ مین غلطیان ہوتی ہین لیکن یہ غلطیان حاسہ کی نہین ہوتین بلکہ وہ غلطیان یا

(۱) اسوجہ سے پیدا ہوتی ہین کہ ہم احساس اور اس شے کے مابین جو احساس کی باعث ہے امتیاز نہین کرتے ہین یا

(۲) اس وجہ سے کہ ہم احساسات مرکبہ مین اپنے تمام حواس کی شہادتون کو فراہم نہین کرتے بلکہ ایک یا چند حاسون کی شہادت کو تسلیم کرکے اپنی عقل کو دخیل کردیتے ہین، یا

(۳) اس وجہ سے کہ ہمارے احساسات مین بڑا حصہ ہماری اپنی فکر و نظر کا ہوتا ہی ہمارے اوپر قوت خیال اتنی مستولی ہے کہ جب ہم اپنے کسی احساس کو الفاظ مین ادا کرتے ہین تو کچھ نہ کچھ بڑھا گھٹا ضرور دیتے ہین اور وہ باتین بھی اپنے حاسہ کے جانب منسوب کردیتے ہین جو اسکے جانب منسوب ہونے کے قابل نہین اور یا پھر

(۴) اسوجہ سے کہ بعض وقت ہمارا اختلال دماغی حواس کی اطلاعون مین غلطی پیدا کردیتا ہے،

لیکن احساس کے بعد دوسرا مرتبہ صحت مین تصورات کا ہے، البتہ وہی تصور قابل اعتماد ہوسکتا ہے جو احساس صادق سے حاصل ہوا ہو لیکن چونکہ تصور مین بڑا حصہ انتزاع عقلی کا بھی شامل ہوتا ہے اسلئے اکثر تصور مین غلطی ہوجاتی ہے،

اسکے بعد آخری مرتبہ پھر صحت مین تعقل کا ہے، لیکن اگر تعقل مین اس بات کا لحاظ رکھا جاے کہ احساس اور تصور دونون مین کوئی غلطی نہوئی ہو اور پھر تیسرے ذہنی عمل مقابلہ مین کسی قسم کا سقم نہو تو اس صورت مین تصورات کلیہ ضرور صحیح ہونگے بلکہ استقراء تام کے ذریعہ ہونگے،

غرض ہمارے علم کی ابتدا، ہمارے حواس سے ہوتی ہے اور ذرایع علم صرف یہی حواس ہین اگر انسان ان حواس سے محروم ہوتا تو اسکی حالت جماد محض کی سی ہوتی، لیکن نہ یہ صحیح ہے کہ علم اشیار کا باشباحہا ہوتا ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ علم اشیار کا بانفسہا ہوتا ہے، ذہن مین اشیار کی نہ کوئی تصویر آتی ہے اور نہ خود وہ شے بلکہ اصل مین یہ ہے کہ ہمارے اعصاب مین تاثر کی قابلیت فطرت کے جانب سے ودیعت کیگئی ہے، اور چونکہ ہم جس طرح مادہ کی حقیقت سے واقف نہین اسی طرح نفس ذہن کی حقیقت سے بھی ہم ناواقف محض ہین، اسلئے ہمین ان مباحث سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہئیے کہ علم اشیار کا بانفسہا ہوتا ہے یا باشباحہا ہمکو جو کچھ نظر آتا ہے وہ صرف نفس عقلی کے آثار ذہنی ہین، انہین آثار کے قوانین اور اصول کا دریافت کرنا ہمارا فرض ہے،

یہ ہے تفصیل علم و تصور کی اس تھیوری کی جو زمانۂ حال مین صحیح تسلیم کیجاتی ہے، اور اسی پر یہ طویل صحبت ختم ہوتی ہے،

مصریون کی مذہبی حالت

از مولوی عبدالرزاق ندوی

(نمبر۲)

یہ عام دستور ہے کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوجاتے ہین تو دعا کے قبل ایک شخص باواز بلند صاحب قبر کا نام لیکر کہتا ہی "فاتحہ پڑھو سید فلان پر"، جسے سنتے ہی سب پر تعمیل واجب ہوجاتی ہے، کیونکہ اعتقاد یہ ہے کہ اس فرمائش کے بعد اگر کوئی شخص تساہل کرے تو اسپر ولی اللہ کا عتاب نازل ہوتا ہے، چنانچہ اس خوف سے تمام نمازی خشوع وخضوع کے ساتھ پہلے فاتحہ خوانی اور پھر دعا کرتے ہین اور جب چلنے لگتے ہین تو جوش اور عقیدت کے ساتھ قبر کا کئی مرتبہ طواف کرتے، اسکے کٹہرہ کو ہر چہار طرف سے بوسہ دیتے، اور پھر نظر لطف وکرم کی التجائین کرتے ہوے رخصت ہوتے ہین،

صرف یہی نہین بلکہ حماقت اس درجہ پہنچگئی ہے کہ مرادون اور منتون کی تحریرین بزرگان دین کے نام بذریعہ ڈاک بھی آتی ہین، جو قبر کے کٹہرہ مین ڈالدی جاتی ہین، چنانچہ ایک مرتبہ میرے رفیق ورفیق مولانا سید عثمان صاحب اس قسم کا ایک لفافہ امام شافعی کے مزار سے اٹھالاے تھے، جو اسکندریہ سے بھیجا گیا تھا، اور جسمین القاب وآداب کے بعد مرقوم تھا،

یا امام، انی عشقت زینب بنت .... — اے امام، مین زینب بنت .... پر عاشق ہوگیا

واريد التزوج بها فامدد لی یدالمعونۃ — ہون، اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہون، اے آقا!

وسهل لی هذا الامر یا سیدی .... — دست اعانت دراز کیجئے اور میری مہم کو آسان۔

حیرت ہے کہ جس طرح یونانیون نے ہر چیز کے علٰحدہ علٰحدہ دیوتا بنا رکھے تھے، اسی طرح مصریون

نے بھی بزرگان دین پر نظام کائنات کے کام تقسیم کردیئے ہین، چنانچہ سید بدوی اولاد دیتے ہین، سیدۃ زینب آنکھین اچھی کرتی ہین، شادیون کا انتظام امام شافعی کے سپرد ہے، اور مخلوق کو سانپ سے بچانا سید رفاعی کا فرض ہے۔ ... یہان پر مجھے ایک دلچسپ حکایت یاد آگئی ہے، جسے ایک ازہری عالم نے جہلا مین بیٹھکر بڑے جوش وخروش سے بیان کیا تھا، آپ نے فرمایا، لوگو! تم اولیاے کرام سے مرادین تو مانگنے جاتے ہو، لیکن طلب صادق اور اعتقاد کامل نہونیکی وجہ سے اکثر نامراد واپس آتے ہو، حالانکہ اگر پورے اعتقاد، اور پوری منت ولجاجت سے عرض کرو تو ناممکن ہے کہ فائز المرام نہ لوٹو! کیا تم نے اس نابینا کا قصہ نہین سنا جو "سیدۃ نفیسہ" (محلہ ہے) مین رہتا، اور روزانہ سیدۃ زینب سے اپنی بینائی کے لئے دعائین کیا کرتا تھا، مگر وہان سے کوئی جواب نہ ملتا تھا، آخر ایک روز رینگتا ہوا مزار پر آیا اور کہنے لگا جب تک میری آنکھین اچھی نہوجائینگی، اسوقت تک مین اس در سے نہ اٹھونگا، نہ کہاؤنگا، نہ پیونگا اور نہ سوؤنگا، چنانچہ کئی روز گذر گئے، لیکن وہ برابر اپنی ہٹ پر قائم رہا، آخر ایک شب کو جب مسجد آدمیون سے خالی ہوگئی تو اس نے دیکھا کہ مخملی فرش بچھہ رہے ہین، اور زمردین تخت اور زرنگار کرسیان لگ رہی ہین جنپر سراپا فضیلت وتقدس بزرگ آآکر متمکن ہورہے ہین بعض کے سرون پر سفید عمامے ہین، اور بعضون پر سیاہ وسبز، بعض لوگ نقاب پوش ہین، اور بعض لمبی لمبی عبائین زیب تن کئے ہوے ہین، جب یہ سب اپنی اپنی نشستون پر بیٹھ جاتے ہین تو سب کے آخر مین ایک پرہیبت وجلال ہستی نمودار ہوتی ہے، سب دست بستہ ایستادہ ہوجاتے ہین، وہ صدر مجلس مین بصد عز ووقار ایک بلند اور چتردار تخت پر رونق افروز ہوتی ہے، سب آداب بجالاتے اور اشارہ پانے پر بیٹھ جاتے ہین اور مجلس پر سکوت وخاموشی طاری ہوجاتی ہے،

لوگو! تم نے جانا بھی کہ یہ کسکی محفل تھی؟ یہ دربار نبوی تھا، جسمین عمامہ پوش سیدنا حسین علیہ السلام

سید بدوی، امام شافعی، سید رفاعی اور دیگر اولیاے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، اور نقاب پوش، سیدۃ زینب اور سیدۃ نفیسہ رضی اللہ عنہما وغیرہ تہین، مختصر یہ کہ اس مہر سکوت کو صدر مجلس سے ایک آواز بلند ہوکر توڑتی ہے کہ "یا بنتی زینب" مجمع سے سیدۃ زینب برآمد ہوتین اور پایہ تخت کو بوسہ دیکر کھڑی ہو جاتی ہین، ارشاد ہوتا ہے، کیون زینب! کیا تمہین یہ مرتبہ اسی لئے دیا گیا تہا کہ میری امت کے ایک غریب اندہے کو جو تم پر قربان ہے اس طرح پریشان دنا شاد کرو، دیکھو تمہارے در پر پڑے پڑے اسکی کیا حالت ہوگئی ہے اور اب وہ لب گور ہو رہا ہے، سیدۃ زینب دست بستہ عرض کرتی ہین، حضور والا خطا ہوئی! حضرت اقدس مطمئن رہین، فوراً اسکی آنکہین درست ہوجاینگی، چنانچہ صبح ہونے سے پہلے ہی اس نابینا کی آنکہین بینا ہوگئین، اور آخر عمر تک دن مین بھی وہ تارے گنتا رہا، اس نابکار شخص کی یہ جاہلانہ تقریر یہین تک پہنچی تھی کہ میرا جام صبر لبریز ہوگیا، لیکن ضبط کرکے مین نے کہا، کیون حضرت مولانا جب وہ اندہا تہا تو اس نے دربار کی یہ کیفیت کس طرح دیکھی اور بیان کی؟ اسپر تو حضرت مولانا اول بہت چراغ پا ہوے، اور پھر معتقدون (جو اعتراض کو سمجھ گئے تھے) کا رنگ بدلا ہوا دیکھکر یہ کہتے ہوے اٹھ کھڑے ہوئے "مین بدعقیدہ وہابیون سے منہ نہین لگانا چاہتا۔

ولی پرستی کا یہ عالم ہے کہ خدا کی قسم جھوٹی کہا لینا تو ممکن ہے، اگر ولی کی نہین، چنانچہ استاذی الاکبر حضرت سید رشید رضا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے استاذ شیخ محمد عبدہ مفتی مصر مقدمات کا صحیح فیصلہ کرنے مین مشہور تھے، جسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ گواہ کو بجائے خدا کی قسم دیتے، اور جب اسکی شہادت مین کچھ شبہہ معلوم ہوتا تو اسے کسی ولی اللہ کی قسم دلاتے جسپر اسکا رنگ فق ہوجاتا اور وہ ٹہیک ٹہیک حالات بیان کردیتا، مصریون کی عام عادت ہے کہ جب وہ کوئی پختہ عہد سچے دل سے کرتے ہین تو دوسرے فریق کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر عہد کو مضبوط کرنے لئے کسی

بزرگ کا نام لیکر فاتحہ پڑھتے ہین، اُن کا اعتقاد ہے کہ اس طرح وہ بزرگ شاہد ہوجاتا ہے اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والے پر اپنا قہر نازل کرتا ہے، اب کوئی بتائے کہ یہ سب شرک نہین تو اور کیا ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ،

مصری اولیاء اللہ مین سب سے زیادہ اہمیت "سید بدوی" کو دیجاتی ہے، جنکی قبر (جو شہر طنطا مین واقع ہے) مرجع خلائق بنی ہوئی ہے، اور جسپر ایک عظیم الشان مسجد بنی ہوئی ہے، جسمین جامع ازہر کی وضع کا ایک بڑا مدرسہ بھی ہے جسمین صدہا طالب علم شب و روز رہتے اور مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہین، ہندوستان مین جو مقبولیت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو حاصل ہے اس سے کہین زاید مصر مین سید بدوی کو ہے، چنانچہ انکے نام پر سانڈ چھوڑے جاتے، سر پر بال رکہے جاتے، اور جو شخص سات مرتبہ انکی زیارت کر آتا ہے، اُسے حاجی کہنے لگتے ہین، کیونکہ انکے خیال مین سید بدوی کی سات زیارتین ایک حج کا ثواب رکہتی ہین، یہ اعتقاد بھی ان مین عام ہو رہا ہے کہ کسی زمانہ مین حج کا راستہ بند ہوجائیگا، اسوقت مسلمانان مصر کا حج سید بدوی کے مزار پر ہوا کریگا، انا للہ وانا الیہ راجعون!

ہندوستانی تو سال مین ایک ہی مرتبہ شیخ صاحب موصوف کی گیارہوین پر اکتفا کرتے ہین، لیکن مصری اپنے سید کے سالانہ تین عرس بڑی دہوم دہام سے کرتے ہین، جنمین بیشمار مخلوق جمع ہوتی اور خود مسجد کے اندر فسق و فجور کا وہ بازار گرم ہوتا ہے کہ خدا کی پناہ! انکو یہ سُن کر سخت تعجب ہوتا تہا کہ ہندوستانی مسلمان سید بدوی کے نام تک سے بھی واقف نہین[1]، اور اس سے بھی زیادہ حیرت انہین یہ معلوم کرکے ہوتی تھی کہ مین نے باوجود اُنسے واقف ہونے اور مصر مین عرصہ سے موجود ہونے کے ابتک اُنکی زیارت نہین کی ہے، چنانچہ وہ نہایت ہی ہمدردانہ اور ترحمانہ لہجہ مین

[1] اسی طرح ہندوستانی متعجب ہونگے کہ ان کے "پیران پیر دستگیر" سے مصری عموماً ناآشنا ہین۔

کہتے تھے کہ تم مصر آکر کیون اس نعمت سے محروم رہے ہو؟ کم از کم ایک مرتبہ تو عتبات عالیہ کے دیدار سے مشرف ہو لو!

سید بدوی مغرب اقصی (مراکش) کے باشندہ تھے، ۵۹۶ھ مین شہر فاس مین پیدا ہوئے مصر کو ہجرت کی اور شہر "طنطا" مین ربیع الاول ۶۷۵ھ مین وفات پائی اور وہین دفن ہوئے آپ نہایت عابد و زاہد اور پرہیز گار تھے، چہرہ پر ہمیشہ نقاب پڑی رہتی تھی اسی لئے "الملثم" یعنی نقاب پوش کے لقب سے مشہور ہو گئے، پورا نام مع سلسلہ نسب کے یہ ہے، ابو الفتیان الملثم السید احمد البدوی بن علی بن ابراہیم بن محمد بن ابی بکر بن اسمعیل بن عمر بن علی بن عثمان بن حسین بن محمد بن موسیٰ بن یحیٰ بن عیسیٰ بن علی الہادی بن محمد الجواد بن حسن العسکری بن جعفر بن علی الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین ابن فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

سید بدوی کے علاوہ دیگر بزرگان دین کے بھی بکثرت عرس ہوا کرتے ہین جنمین ہندوستان کی مانند قوالی اور نغمہ و سرود یا عیاشی سمع کا رواج نہین ہے، بلکہ خوش الحان قاری قبرون پر تلاوت کرتے ہین، جنکی تعداد ایام عرس مین بہت زیادہ ہو جاتی ہے، ورنہ عام طور سے محکمہ اوقاف کی جانب سے بڑے بڑے قرآن خوان مقرر رہتے ہین جو روزانہ تلاوت مین مشغول رہتے ہین، چنانچہ مزار حسینی پر تین سو قاری ہین، جنمین سے ہر ایک کی تنخواہ ۱۵ؔ سے زاید ہے،

مسلمانون کی حالت درحقیقت نہایت ہی قابل رحم ہے، اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مُردون کو نیاز فاتحہ سے ثواب ملتا ہے تو بھی یہ کہان کی عقلمندی ہے کہ زندون کو چھوڑ کر اُنکی خبر لیجائے؟ پہلے اپنی بگڑی کو بناؤ، پھر دوسرون کی خبر لینا، اُنہین دنیا مین جو کچھ کرنا تھا وہ کر گئے، اُنکے اعمال کا دفتر بند ہو گیا، جو بوگئے ہین وہی کاٹین گے، اگر وہ جو بو گئے ہین تو تمہاری کوششون سے وہان نہین

کیہون نہین مل سکتے، خدائی فیصلہ سن لو، تلک امة قد خلت، لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون مسلمانو ذرا تو آنکھین کھولو، تمہین تعلیم کی ضرورت ہے، تمہین صنعت وحرفت کی ضرورت ہے تمہین تجارت کی ضرورت ہے، غرضکہ کون ایسی شے ہے جسکی تمہین ضرورت نہین ہے، خدارا اپنے اوپر رحم کرو، اگر زیادہ نہین تو کم از کم دس سال تک اس تمام رقم کو قومی ضرورتون کے لئے وقف کردو، جو فاتحہ خوانی، گیارہوین اور عرسون وغیرہ مین صرف کرتے ہو، صرف اتنے ہی مین تم دیکھلو گے کہ کیا سے کیا ہو جاتے ہو، اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون!"

مصریون کی قبر پرستی کے سلسلہ مین اُن کوششون کا ذکر بھی ضروری ہے جو میرے استاذ حضرت سید رشید رضا، ۲۰ سال سے اسکے باطل کرنے کے لئے کر رہے ہین، انھون نے اس آخر زمانہ مین شاید سب سے اول اس بدعت کے برخلاف پُر اثر آواز بلند کی ہے، جسکی وجہ سے اکثر لوگ اُنکے مخالف ہو گئے ہین، علمائے ازہر خصوصیت کے ساتھ زہر اگلا کرتے، اور عوام الناس کو اُنسے متنفر و بیزار کرنے مین سعی بلیغ کیا کرتے ہین، حتی کہ انھون نے ایک مرتبہ تو لوگون کو انکے قتل پر بھی آمادہ کر دیا تھا، اگر پولیس کی دست اندازی نہ ہوتی تو عالم اسلامی کو عرصہ دراز تک اس مصلح عظیم کا ماتم کرنا پڑتا -

نیز بڑی ناشکری ہو گی اگر شیخ سبکی کے بھی جہاد عظیم کا تذکرہ نہ کیا جائے جسکا سلسلہ اُنھون نے عرصہ دراز سے جاری کر رکھا ہے شیخ سبکی ایک عالم باعمل ہین، جو قریہ قریہ اور مزرعہ مزرعہ مسلمانون کو وعظ و نصیحت کرتے اور اتباع سنت کی دعوت دیتے پھرتے ہین، مقام مسرت ہے کہ اُنکی کوششین بار آور ہوتی نظر آتی ہین، ہزارہا کی تعداد مین مسلمان انکے ہاتھ پر توبہ کر چکے اور اُنکے سلسلہ مین داخل ہو چکے ہین، اُنکے مریدین مین جوش اسلامی بھی ہے اور ظاہری وضع و قطع مین بھی وہ مسنون طریقہ کو نہین چھوڑتے، شیخ صاحب موصوف کا اثر ملک مین برابر بڑھ رہا ہے اور اُمید بندھتی ہے کہ مسلمانان مصر کو اُنسے بہت فائدہ پہنچیگا -

قرامطۂ یمن

(از پروفیسر جمیل الرحمن ایم اے، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد)

مضمون ذیل کتاب السلوک فی طبقات العلماء والملوک مصنفہ قاضی ابی عبداللہ یوسف المعروف بہ بہاء الجندی سے ماخوذ ہے، الجندی کا نام ابو عبداللہ بہاء الدین بن یوسف بن یعقوب ہے، مگر وہ جندی کے نام سے ہی زیادہ مشہور ہیں، جس سے شاید یہ مطلب ہو کہ انکا تعلق قبیلہ بنو معافر کی شاخ جند سے ہے، اُنکی کتاب کا نام جیسا کہ کشف الظنون میں مذکور ہے، "کتاب السلوک فی طبقات العلماء والملوک" ہے، اسکا ایک قلمی نسخہ پیرس کی لائبریری میں موجود ہے یہ کتاب یمن کے رہنے والے علماء کے حالات کے متعلق ہے، اور اسی لئے اُسمین امام شافعی کا حال بھی ملتا ہے، کیونکہ اُنکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ یمن میں پیدا ہوئے تھے، الجندی کا انتقال ۷۳۲ھ میں ہوا۔ (مترجم)

اسعد[1] بن یعفر کے زمانہ مین قرامطہ نے یمن مین خروج کیا، ان کا ایک سردار علی بن فضل ہے، جو یافع کے اضلاع مین ظاہر ہوا، اور دوسرا منصور بن حسن جو منصور الیمن کے نام سے مشہور رہے، یہان ہم اُنکے کچھ حالات بیان کرینگے جو یمن کے مشہور و معروف فقیہ اور سُنّی عالم

[1] بنو یعفر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تبع یمن کی اولاد مین سے تھے، انھون نے جلد ہی صنعا مین ایک خود مختار سلطنت قائم کرلی تھی، ۲۳۲ھ مین یُعفر بن عبدالرحمن نے صنعا اور جند پر قبضہ کرلیا اسکے بعد اُسکے بیٹے محمد بن یعفر نے خلیفہ معتمد کی اطاعت قبول کی اور ۲۵۶ھ مین خلیفہ کی طرف سے اپنے علاقہ کا عامل مقرر ہوا، اسکو اُسکے بیٹے ابراہیم نے ۲۷۹ھ مین قتل کردیا اور خود بادشاہ ہوا اُسکا بیٹا اسعد بن یعفر اسکا جانشین ہوا اسی کے زمانہ مین قرامطہ کا خروج ہوا۔ (مترجم)

ابو عبداللہ محمد بن مالک ابن ابی القبائل نے بیان کئے ہین، یہ شخص صلیحی کے وقت مین قرامطہ کے مذہب مین داخل ہوگیا تھا، مگر جب تحقیق سے اُسے انکے مذہب کی برائیان معلوم ہوئین تو اس نے اُنسے کنارہ کشی اختیار کی، اور ایک مشہور رسالہ لکھکر لوگون کو اُن کے فریب و دغا سے بچانے کی کوشش کی،

وہ لکھتا ہے کہ علی بن فضل عرب کے قبیلہ لاحدون (یا الاجدون) سے تعلق رکھتا تھا، اور مذہباً اثنا عشری تھا، ایک دفعہ مکہ معظمہ سے حج کے بعد واپس آتے وقت وہ حضرت امام حسین کے مزار مبارک پر ٹھہرا، اور رونا پیٹنا شروع کیا، اور کہا کہ یا ابن رسول اللہؐ کاش کہ مین بھی اسوقت آپ کے ساتھ ہوتا جبکہ فاجرون کی قوم نے آپکو نرغہ مین لے لیا تھا۔

ایک شخص میمون نام اسوقت مزار کا مجاور تھا، اور اسکا بیٹا عُبید اسکو کام مین مدد دیا کرتا تھا، جب ان دونون نے ابن فضل کو دیکھا تو اُسکو اپنا شکار بنانا چاہا، چنانچہ میمون اُسکو الگ لیگیا، اور اس سے کہا کہ یہ بات یقینی ہے کہ اسکا بیٹا عُبید ایک سلطنت کا بانی ہوگا اور اسکی اولاد ایک مدت تک اُسکی مالک رہیگی، مگر یہ کام یمن مین شروع ہونا چاہیئے، اور وہ بھی اسکے داعیون کی معرفت، علی بن فضل نے فوراً کہا کہ یمن مین بہت آسانی سے ہو سکتا ہے، کیونکہ وہان کے لوگون کو اس قسم کی باتون مین خاص ملکہ حاصل ہے، یہ سُن کر میمون نے اسکو وہین ٹھہرنے کے لئے کہا تاکہ وہ اس معاملہ مین غور و فکر کرسکے،

میمون نسلاً یہودی تھا، اسلام اور مسلمانون کو ہمیشہ حسد و رشک کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے اس نے ظاہر طور پر اسلام قبول کر لیا تھا، اور حضرت امام حسین کے مزار پر معتکف ہوگیا تھا، یہ شخص شام کے ایک شہر سلمیۃ، اور اپنے آپکو حضرت علی کی اولاد سے کہتا تھا، اگرچہ تمام علویون کو اس سے قطعی انکار رہے، (واللہ اعلم) مگر ابن مالک کا

خیال ہے کہ وہ نسلاً اور مذہباً در اصل یہودی تہا۔

اسکے ساتھ مزارہین عقیل ابن ابی طالب کی اولاد کا ایک شخص منصور بن زادان بن حوشب بن الفرح بن المبارک بھی رہتا تہا، اور دونون مین بڑی گہری دوستی تھی، اسکا دادا زادان کوفہ کا رہنے والا اثنا عشری شیعہ تہا، جب میمون یہان آیا تو اس نے منصور کی بزرگی اور اسکے رعب سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اس سے دوستی بڑہائی، اور اسکی صحبت مین رہنے لگا میمون نہایت ہی ذکی اور ذہین آدمی تہا، مگر اپنا ذہن محض اپنی بہلائی کے لئے خرچ کرنے کا عادی تہا، وہ علم نجوم کا بڑا ماہر تہا، جس سے کہ اسکو یہ معلوم ہوچکا تہا کہ منصور ضرور بادشاہ ہوگا اور اسکے بیٹون کے داعیون مین شامل ہوگا، علی بن فضل کے ملجانے سے میمون یہ سمجہا کہ وہ اب اپنے ارادون مین کامیاب ہوسکتا ہے، کیونکہ فضل یمنی تہا، اور وہان کے لوگون کی عادتون اور خصلتون سے پوری طرح واقف تہا۔

علی بن فضل کو چھوڑکر میمون منصور کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اے ابو القاسم دین اور ہر قسم کے علم کی بنیاد یمن مین پڑی، جب تک ستارے قائم ہین ایسا ہی ہوگا، میری راے یہ ہے کہ تم اور ہمارا نیا ساتہی علی بن فضل یمن کی طرف جاؤ، اور میرے بیٹے کے لئے کوشش کرو جس سے تمہارے لئے کافی دولت اور قوت حاصل ہوسکتی ہے، منصور کو میمون کی تمام چالین اور طریقے معلوم تھے، اس نے فوراً اُسکی تجویز منظور کرلی اور جانے کے لئے تیار ہوگیا اب میمون نے علی اور منصور کا سامنا کرادیا، اور اُنکے درمیان عہد و پیمان کرنے کے بعد چند ہدایتین کین، منصور نے آیندہ کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے،

وہ کہتا ہے کہ "جب میمون نے ہمین یمن بھیجنے کا قصد کیا تو مجھے چند ہدایتین کین جنمین سے بعض یہ ہین کہ جب مین یمن مین داخل ہون تو اپنا ارادہ کسی پر ظاہر نہ کرون، کیونکہ مین بہت جلد کامیاب ہونگا، اور دو دفعہ اللہ اللہ کہنے کے بعد کہا کہ اپنے ساتہی علی بن فضل کا خیال رکہنا اور اس سے اچہا سلوک کرنا، کیونکہ اسکا عروج شروع ہونے ہی والا ہے، مگر ابھی اسکا وجود خطرہ سے خالی نہین، پہر ابن فضل کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اپنے ہمراہی کے حقوق کا خیال رکہنا، اور اُسکی حکم عدولی سے محترز رہنا، کیونکہ بہرحال وہ تجہسے زیادہ تجربہ کار اور جہاندیدہ ہے، اگر تو نے اسکا کہا نہ مانا تو تو کہین کا نہ رہیگا، یہ کہکر اس نے ہمین رخصت کیا، اور ہم حاجیون کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، حج سے فارغ ہونے کے بعد ہم یمن کے حاجیون کے ساتھ ہولئے، اور غلافقہ کے مقام پر پہنچے، یہان اس بات کا عہد و پیمان کرنے کے بعد کہ ایک دوسرے کو نہ بہولین گے، اور اپنی نقل و حرکت سے ایک دوسرے کو باخبر رکہین گے، جدا ہوگئے، مین وہان سے روانہ ہوا اور جند کے مقام پر آیا، اس زمانہ مین یہ شہر جعفری کے ہاتھ مین تہا، جسکو اس نے بنو لیعفر سے فتح کیا تہا۔

مگر میمون نے مجھے سخت تاکید کردی تھی کہ مین اپنا کام عدن لاعة نام ایک مقام سے شروع کرون، کیونکہ وہان کامیابی کی زیادہ امید ہے، مگر مجھے معلوم نہ تہا کہ وہ کس طرف واقع ہے چنانچہ جند سے مین عدن آبین پہنچا، وہان دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ عدن لاعة حجة کی سمت مین واقع ہے، اب مین اس فکر مین پڑا کہ وہان کے کچھ آدمی یہان موجود ہین یا نہین، چنانچہ مجھے چند آدمیون کا پتہ ملا جو تجارت کی غرض سے وہان آئے ہوئے تھے، مین اُن سے جاکر ملا، اور بہت جلد ان سے مانوس ہوگیا، مین نے اپنی نسبت یہ ظاہر کیا کہ مین اہل علم مین سے ہون اور انکے پہاڑی علاقہ کی سیر کا خواہشمند ہون، اور انکے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہون، اُنھون نے اسے منظور کرلیا، اور چلتے وقت مین انکے ساتھ ہوگیا، راستہ مین احادیث سُناکر مین نے اپنا وقت گذارا، اور نماز پڑھنے کی اُنکو تاکید کی، چنانچہ ان لوگون نے میرے وعظ و نصیحت پر

عمل کرنا بھی شروع کر دیا، لاعۃ پہنچکر مین نے صدر مقام کا پتہ دریافت کیا، اور جائے وقوع معلوم کرکے اسکی طرف روانہ ہوا، یہان آکر مین نے اسکی چند مساجد کو اپنا جولانگاہ بنایا، اور عبادت و ریاضت مین مشغول ہوگیا، جسکی وجہ سے لوگون کو مجھسے عقیدت ہوگئی، جب مجھے یہ معلوم ہوکہ مین نے اُنکے دلون مین خوب جگہ کرلی ہے، تو مین نے اُن سے کہا کہ میری یہان آنے سے غرض یہ ہے کہ تم سب کو اس مہدی کے ظہور کی بشارت دون جسکا ذکر انحضرت نے کیا ہے، چنانچہ بہتون نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور زکوۃ میرے پاس جمع کرنے لگے جب بہت سا مال جمع ہوگیا تو مین نے کہا کہ میرے لئے کوئی ایسی جگہ ہونی چاہیئے کہ یہ تمام مال و دولت محفوظ رہ سکے، اور مسلمانون کے بیت المال کا کام دے، چنانچہ عین محرم کا قلعہ جو پہلے ایک قبیلہ بنو عدعاک کے قبضہ مین تہا، میرے لئے تیار کرایا گیا، اور مین تمام مال و متاع سمیت اسمین منتقل ہوگیا، راستہ مین وہ پانچ سو آدمی جنھون نے مجھے مدد دینے کا وعدہ کیا تہا، مع اہل و عیال کے میرے ساتھ ہولئے، یہان پہنچکر مین نے علانیہ عبید اللہ ابن میمون کے مہدی ہونے کا وعظ شروع کیا، اور لوگ جوق جوق میرے پیرو ہونے شروع ہوگئے"۔

اس واقعہ کے بعد منصور نے کوہ مسوّر پر قبضہ کرلیا اور طبل و رایات کا استعمال شروع کیا، اسکے ساتھ تیس طبلچی رہتے تھے، اور جہان وہ جاتا تہا دُور سے طبلون کا شور سُنائی دیتا تہا اس نواح مین ابن یعفر کا ایک قلعہ تہا جسمین اُسکا والی مقیم تہا، منصور نے یہ قلعہ اس سے چھین لیا اور اب یہ سمجھکر اُسکو پورا غلبہ حاصل ہوگیا ہے، اس نے تمام حالات سے میمون کو اطلاع دی، اور لکھا کہ وہ اپنے دشمنون پر غالب آگیا ہے، اس پیغام کے ساتھ اس نے میمون کے واسطے نہایت ہی بیش قیمت تحائف بھی روانہ کئے، یہ واقعات ۲۹۰؁ھ مین پیش آئے جب میمون کے پاس یہ تحائف اور پیغام پہنچے، تو اس نے اپنے بیٹے عبید اللہ سے کہا کہ لے تیری سلطنت کا

آغاز ہوگیا ہے، مگر مین یہ چاہتا ہون کہ وہ باقاعدہ طور پر مغرب سے شروع ہو، اس کام کیلئے اس نے ابو عبد اللہ الحسین بن احمد بن محمد بن زکریا المعروف بہ شیعی الصنعانی کو مغرب کی طرف روانہ کیا، اور حکم دیا کہ مصر مین داخل ہوکر لوگون کو اسکے بیٹے کی اطاعت اور فرمان برداری پر مائل کرے، ابو عبد اللہ مغرب مین آیا، یہ شخص ایک جید عالم تہا، اور سیاسی قابلیت کی وجہ سے اسکا نام ہر ایک فرد بشر کی زبان پر تہا، اگر وہ ۲۹۶؁ھ سے پہلے اس کام کو نہ کرسکا، اسکے بعد اس نے مہدی کو لکھا کہ تمام کام تیار ہے اور لوگ اسکی اطاعت کے لئے مستعد ہین، بہتر ہے کہ اب وہ خود مصر کی طرف روانہ ہوجائے، چنانچہ عبید اللہ الملقب بہ مہدی[1] فوراً روانہ ہوگیا۔ جب وقت وہ افریقہ پہنچا تو تمام اختیارات شیعی کے ہاتھ مین تھے، مگر اس نے سب کچھ مہدی کے حوالہ کردیا، اسکے بہائی نے اسے ملامت کی کہ تو نے برا کیا کہ تمام بنا بنایا کام دوسرے کے سپرد کردیا، ملامت اور ندامت اسقدر بڑہی کہ آخر شیعی نے مہدی سے غدر کی ٹہان لی، مگر وہ خبردار ہوگیا، اور آخر درمیان جمادی اول ۲۹۸؁ھ مین اس نے ایک ہی وقت مین دونون بہائیون کو قتل کرادیا، یہی عبید اللہ المہدی مغرب اور بعد مین مصر کے بادشاہون کا بانی مبانی ہوا، ابن خلکان عبیدیون کے حسب و نسب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ عبید اللہ کی اولاد مین سے تھے، بعض لوگ انکے دعوی کے مطابق اُنہین علوی کہتے ہین، اور اسطرح اُنکے دعوی کی تصدیق کرتے ہین، واللہ اعلم۔

---

[1] شجرۂ نسب:-

حضرت علی
حضرت امام حسین
امام زین العابدین
محمد الباقر
جعفر الصادق
اسمعیل
محمد المکتوم

محمد المکتوم ہی کی اولاد اور جانشین ہونے کا عبید اللہ المہدی کو دعوی تہا۔ (مترجم)

مذکورہ بالا صفحات مین مین نے قرامطہ کا حال جتنا کہ اسکا تعلق یمن سے تہا، اور منصور کے جو ایک نہایت ہی لائق اور مدبر بادشاہ تہا، اس کام مین مدد کرنے کا حال بیان کر دیا ہے، اب مین علی بن فضل کا کچھ حال بیان کرونگا، جس سے اسکے حال اور واقعات کا پتہ لگیگا، (اسکے نسب اور وطن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہین)، مورخون نے آیندہ کا حال اس طرح پر بیان کیا ہے کہ علافقہ مین منصور سے الگ ہو جانے کے بعد وہ پہاڑون کے راستہ سے جند پہنچا اور وہان سے آبین آیا، اسوقت یہ شہر قبیلہ اصابح کے ایک شخص محمد بن ابی العلی کے ہاتہہ مین تہا، وہان سے چل کر وہ یافع کے ایک مقام پر آیا، یہان کے لوگ اس زمانہ مین ارذل ترین خلائق تہے، انسے دور اُس نے جنگل مین عبادت و ریاضت شروع کی، لوگ اسکے واسطے کہانا لاتے مگر وہ تہوڑا کہاتا، آنے والون کو اس امر سے تعجب ہوتا، یہ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر رہتے تہے، انھون نے اس سے درخواست کی کہ وہ بھی ان مین آرہے، اول اول اُس نے انکار کیا مگر جب انھون نے اصرار کیا تو کہا کہ وہ ان مین اس وجہ سے رہنا نہین چاہتا کہ وہ شرابی فاسق اور فاجر ہین، یہ معلوم کرکے اُنھون نے اسکی اطاعت کا حلف اُٹھایا، اور اس نے بھی اجر کا وعدہ کیا، اب یہ لوگ اپنی زکوۃ اسکے پاس جمع کرنے لگے، یہانتک کہ اُسکے پاس بہت سا مال و متاع جمع ہوگیا اب اس نے آبین پر حملہ کرکے اُسکے والی کو قتل کیا، اور اس علاقہ کے جان و مال کو اس کے پیروؤن کے لئے مباح قرار دیا، یہان بھی اسکو بڑا مال ہاتھ لگا، اب اس نے مذیخرہ[1] کا قصد

[1] مذیخرہ کا شہر جعفر ابن ابراہیم المناخی نے آباد کیا، کوہِ تومان پر آباد تہا، اور جسوقت کہ علی بن فضل نے ۲۹۱ھ مین اسپر حملہ کیا ہے خود جعفر بن ابراہیم المناخی بادشاہ تہا، مگر آخر علی بن فضل شکست کہا کر وہان سے یافع واپس چلا گیا، جعفر ذو المثلد اور ذو المناخ حمیری قبائل سے تعلق رکہتا تہا، اور رفتہ رفتہ تمام مخلاف جعفر کے علاقہ پر قابض ہوگیا تہا جو اسی کے نام سے مشہور تہا، پانچ مہینہ بعد ۲۹۲ھ مین علی بن فضل (بقیہ بر صفحہ دیگر)

کیا جو اسوقت جعفری بادشاہ کے ہاتہہ مین تہا، اور کوہ ریمتہ کے مشہور شہرون مین سے تہا، چند روایون کے بعد جعفری قتل ہوا، اور اسکا ملک حسب دستور لوٹا گیا، اور عورتین قید کرلی گئین، ابن مالک نے ان تمام واقعات کا اپنے رسالہ مین مفصل ذکر کیا ہے، مگر اس جگہ اسکا اعادہ فضول ہے علی بن فضل کو مذیخرہ کا شہر بہت پسند آیا، اور اسی کو اس نے اپنا دار السلطنت مقرر کیا، اب اس نے نبوت کا دعوی کیا، اور اپنے پیروؤن کے لئے شراب، بیٹیان اور بہنین حلال کردین، رجب کی پہلی جمعرات کو وہ جند واپس آیا، اور ممبر پر چڑھکر وہ مشہور ابیات پڑہین جو ذیل مین درج ہین،

خذی الدف یا ہذہ والعبی وغنی ہزاریک ثم اطربی * تولی نبی بنی ہاشم وہذا نبی بنی یعرب
لکل نبی مضی شرعة. وہذی شریعة ہذا النبی * فقد حط عنا فروض الصلوٰة وحط الصیام ولم یتعب
اذا الناس صلّوا فلا تنہضی وان صوموا فکلی واشربی * ولا تطلبی السعی عند الصفا ولا زورة القبر فی یثرب
ولا تمنعی نفسک المعرسین من الاقربین مع الاجنبی * فبم ذا حللت لہذا الغریب وصرت محرمة للاب
الیس الغراس لمن ربّہ وسقاہ فی الزمن المجدب * وما الخمر الا کماء السماء محلل فقدست من مذہب

اسکے بعد اسکا زور بڑہتا گیا، اس نے مخلاف جعفر اور جند کو فتح کیا، اور صنعا پر چڑہائی کرنے کا ارادہ کیا، یہ شہر اسوقت اسعد بن ابراہیم بن محمد بن یعفر کے قبضہ مین تہا، راستہ مین وہ ذمار کے پاس سے گذرا اور مہران کا قلعہ فتح کیا، یہان کے والی اور اکثر باشندون نے اسکا مذہب قبول کیا، باقی اسعد ابن یعفر سے جا ملے، مگر جب اسکو اپنے دشمن کی طاقت کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی صنعا سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) پہر حملہ آور ہوا، اور مذیخرہ کو فتح کرنے مین کامیاب ہوگیا، جعفر وہان سے بہاگ کر تہامہ چلا گیا اور دریائے زبید کے میدان مین پناہ لی، اس نوح کے بادشاہ نے اسکی فوج سے مدد کی جسکی مدد سے وادی نخلہ کے مقام پر اس نے علی بن فضل سے ۲۹۲ھ مین مقابلہ کیا، مگر وہ اور اسکا بہتیجا ابو الفتوح دونون مارے گئے، جعفر بن ابراہیم کا زمانہ سلطنت ۲۳۹ھ سے ۲۹۲ھ تک ہے، (مترجم)

بہاگ نکلا، اس طرح جمعرات کے دن تیسری رمضان کو علی بن فضل شہر مین داخل ہوا، اور جامع مسجد مین ٹہرا، اسکے آنے کے دن سخت بارش ہوئی، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ شہر کی تمام موریان بند کردیجائین، اور خود صنعا کی قیدی عورتون کو لیکر منارہ پر چڑہ گیا، جہان سے انکو ننگا کرکے انہین پانی مین پہینکنا شروع کیا، اور جنکو پسند کیا اُنکی عصمت وہین خراب کی، کہتے ہین کہ اس ظالم کے پنجے مین بہت سی کنواری لڑکیان بھی پہنس گئی تہین،

جو پانی مسجد مین جمع ہوگیا تہا، وہین چھوڑ دیا گیا، یہانتک کہ وہ چہت تک پہنچ گیا، اسکے نشانات ابتک موجود ہین، اس واقعہ کا ذکر قاضی سُرّی نے کیا ہے، جنکا ذکر آیندہ کتاب مین آئیگا۔

یہ کام کرکے علی بن فضل نے اپنا سر مُنڈایا، اسکی پیروی مین ایک لاکہہ آدمیون نے ایسا کیا، اسکے بعد اس نے ابن عنبسہ کے مکان کو منہدم کرنے اور کہودنے کا حکم دیا، کیونکہ اسکا خیال تہا کہ اسمین بہت سا سونا دفن ہے، مگر کہودنے سے صرف دس ہزار دینار وصول ہوئے، ابن عنبسہ اور اعیان صنعا کی طرح اسعد کے ساتھ بہاگ گیا تہا، اسے جب اپنے مکان کی بربادی کا حال معلوم ہوا تو رنج کی وجہ سے بیمار ہوگیا، اور اسی صدمے سے بالآخر جان دی،

منصور کو جب ابن فضل کے صنعا مین داخل ہونے کا حال معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوا، اور اس سے ملنے کے لئے آیا، دونون ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے، یہان سے ابن فضل نے حراز اور ہجم کا محاصرہ کرکے اسکو فتح کرلیا، اسی طرح کدار بھی فتح ہوا، اب اس نے زبید کا قصد کیا، بغداد کی طرف سے اسکا حاکم ابوجیش اسحاق بن ابراہیم بن محمد تہا، کہتے ہین کہ وہ شہر چہوڑکر بہاگ گیا، اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ لڑا، اور علی بن فضل کے ہاتھ سے مارا گیا، زبید کا شہر حسب دستور لوٹا گیا، اور عورتین قید کی گئین، مورخین کا بیان ہے کہ اس موقع پر

علاوہ اور عورتون کے چار ہزار صرف کنواری لڑکیان اسکے ہاتھ آئین، یہان سے ابن فضل براہ میراد مذیخرہ کی طرف روانہ ہوا، میراد زبیدہ کے مشرق مین ایک پہاڑ ہے، جب وہ مع اپنے لشکر کے مداحیص یا مشاخیص نام ایک مقام پر پہنچا تو اس نے وہان قیام کا حکم دیا، اور جب لشکر نے کمرین کہول دین تو اس نے سبکو جمع کیا اور کہا کہ تمکو معلوم ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے ہو، مگر خصیب کی بیشمار عورتین تمہارے پاس قید ہین، مین یہ نہین چاہتا کہ وہ اپنے اثر سے تمہارے نیک ارادون مین دخل انداز ہون، اسلئے جسکے پاس جتنی عورتین ہون انکو قتل کردے لوگون نے فوراً اسکے کہنے پر عمل کیا، اور برسون زمین ان مظلومون کے خون سے سرخ رہی، اسی وجہ سے اس مقام کا نام مداحیص یا مشاخیص پڑگیا، مذیخرہ پہنچکر اس نے تمام راستون اور خاصکر حج کے راستون کو بند کرنیکا حکم دیا، اور کہا کہ اگر حج کرنا ہی ہے تو حرف (جو مذیخرہ کے قریب ایک مقام ہے) کا حج کرو، اور الثالثی مین عمرہ کرو، الثالثی حرف کے قریب ایک وادی ہے،

آخرکار جب اسے معلوم ہوگیا کہ اب یمن پر پورا تسلط اور قبضہ ہے تو اس نے عبید بن میمون کو جسکا کہ وہ ابتک اپنے آپکو داعی کہتا تہا، بالائے طاق رکہا اور خود مختار ہوگیا، اسکی خبر اس نے منصور کو بھی دی، منصور نے جواب مین لکہا کہ تو کس طرح ایسے شخص کو چھوڑ سکتا ہے جو تیرے تمام عروج کا باعث ہے؟ کیا تجھے وہ تمام عہد وپیمان یاد نہین رہے جو تیرے اور اسکے درمیان ہوئے تھے، اور کیا تو وہ ہدایات بھول گیا کہ کیسے اُس نے ہمکو اتفاق سے رہنے اور نفاق سے بچنے کی ہدایت کی تھی، مگر ابن فضل نے اسکے کہنے کی کچھ پروانہ کی بلکہ کہلا بھیجا کہ اگر تو میری اطاعت کے لئے تیار نہین ہے تو جنگ کے لئے تیار ہوجا، میرا حال تو ابی سعید الجنابی[1] جیسا ہے، کیا اُس نے

[1] ابوسعید الجنابی البحرین کے علاقہ کا بادشاہ تہا، جو اسکے زمانہ مین قرامطہ کے قبضہ مین تہا، اس نے ۳۰۱ھ مین انتقال کیا، اور تمام عمر عبید اللہ کا مطیع اور فرمان بردار رہا، اسکے انحراف کے متعلق نہین کہا جاسکتا (بر صفحہ دیگر)

بڑا کیا، کہ خود مختار ہوگیا، جب منصور کے پاس یہ خط پہنچا تو اسے اسکی بغاوت کا یقین ہوگیا، اور وہ فوراً کوہ مسور کی قلعہ بندی پر متوجہ ہوا، اور کہا کہ "مین نے ابتک اسکے اور اس جیسے اور باغی اور طاغی لوگون کے لئے اس پہاڑ کو قلعہ بند کیا ہے، جب مین صنعا مین پہلی دفعہ اس سے ملا ہون، تب ہی شرارت اسکے چہرے سے عیان تھی"۔ تھوڑے ہی عرصہ مین ابن فضل نے لڑائی کی تیاری کر دی، اور دس ہزار چیدہ فوج کے ساتھ مذیخرہ سے روانہ ہوا، اور شبام مین داخل ہوا، اور اسکی اور منصور کی فوج کے درمیان مختلف جنگین ہوئین، جنکے بعد ابن فضل لاعۃ کے مقام مین داخل ہوگیا اور کوہ جمیمۃ پر چڑھ گیا، اس پہاڑ کا نام فالش بھی ہے، اور کوہ مسور کے پاس واقع ہے، اور اس زمانہ مین بنو غتاب نام ایک قبیلہ کے قبضہ مین تھا، یہان آٹھہ ماہ تک اس نے منصور کا محاصرہ کئے رکھا، مگر بے سود، اسقدر دیر اسپر شاق گذرنے لگی، اور منصور کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی، ابن فضل نے کہا کہ مین اسوقت اس سے صلح نہ کرونگا جبتک وہ اپنا ایک بیٹا میرے پاس نہ بھیجدے، جو میری اطاعت قبول کرے، اور مشہور ہونے پائے کہ مین ناکامیاب واپس ہوا ہون، بلکہ یہ کہ مین نے رحم کرکے منصور کی جان بخشی کر دی ہی، منصور نے یہ شرط منظور کر لی، اور اپنے ایک بیٹے کو ساتھ لیکر آیا، جسکے گلے مین ابن فضل نے سونے کا طوق ڈال دیا۔

مذیخرۃ واپس آکر ابن فضل اسلام کے تمام محرمات کی تحلیل و اباحۃ مین منہمک ہوگیا، اس نے ایک بڑا مکان تیار کرایا، رات کے وقت وہ اسمین اپنے مذہب کے لوگون (مرد و عورت) کا غالب حصہ جمع کرتا تھا، مکان قندیلون وغیرہ سے روشن اور سجایا جاتا، وہان کے لوگ خوش طبعی مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اسمین اصلیت کہانتک ہی ایکبین اسکی اس اطاعت اور فرمان برداری پر کچھ شبہہ کیا گیا تھا اور بس ورنہ اس نے کبھی کھلم کھلا مہدی سے انحراف نہین کیا۔ (مترجم)

اپنا تھوڑا سا وقت گذارتے، اسکے بعد چراغ گل کر دیئے جاتے، اور ہر ایک مرد کسی عورت کو پکڑ لیتا خواہ وہ اسکی قریبی رشتہ دار ہی ہوتی، اگر کیسکو اپنی عورت بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے پسند آتی تو وہ اسکو چھوڑ نہ سکتا تھا، ابن مالک نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک مرد کو ایک بوڑھی عورت ملی وہ اسکو چھوڑ کر الگ ہوجانا چاہتا تھا مگر عورت نے کہا دو بُدّ من ذی حکم الامیر (یعنی لا بُدّ من الذی حکم الامیر، یعنی ابن فضل)

اس قسم کے اسلام کے برخلاف شرمناک افعال ابن فضل سے سوا کسی سے صادر نہین ہوئے مین نے اس مذہب کے اکثر واقف کار لوگون سے اسکے متعلق سوال کیا، انکی متفقہ راے کہ ابن فضل ایک زندیق تھا، برخلاف اسکے وہ لوگ منصور کو اپنے بڑے اور برگزیدہ لوگون مین شمار کرتے ہین، یہ راے مجھے بھی صائب معلوم ہوتی ہے،

ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ مذیخرۃ ابن فضل کو اتنا پسند آیا تھا کہ اس نے اُسکو اپنا مستقر بنا لیا تھا، اس نے اسعد بن یعفر کو جسکا ذکر ہم پہلے کر آئے ہین صنعاء پر اپنا نائب مقرر کیا، اسے بالکل یقین نہ ہوا تھا کہ وہ اس سے مل گیا ہے، بلکہ ہر وقت غدر اور بے وفائی کا خوف تھا، اُدہر اسعد بھی صنعا مین مسلمانون کا انتقام لینے کے لئے پیچ و تاب کہا رہا تھا، اور اپنے آپکو ابن فضل سے مامون نہ سمجھتا تھا، اسی وجہ سے شاذ و نادر ہی صنعا مین ٹہرتا تھا، ابن جریر کہتا ہے کہ ابن فضل کے اسعد کے نام خطوط کا عنوان یہ ہوتا تھا، من باسط الارض و داحیھا و مزلزل الجبال و مرسیھا علی ابن فضل الی عبدہ اسعد یہ عنوان ہی اسکے کفر کی کافی دلیل ہے۔

اسعد کی نیابت کے زمانہ مین ایک اجنبی شخص اسکے پاس آیا، جس نے اپنے آپکو بغداد کا شریف اور باشندہ ظاہر کیا، یہ شخص اسعد کے پاس رہنے لگا، اور جلد ہی اسکا ندیم ہوگیا، لوگون کا خیال ہے کہ اسے خلیفہ نے ابن فضل کا حال سن کر وہان بھیجا تھا کہ کسی حیلہ سے اُسے قتل کر دے،

تہوڑی مدت تک وہ اسعد کے پاس ٹہرا رہا، یہ شخص جراح، عطار، اور فصد کے کہولنے اور زخمون کے علاج مین ماہر تہا، جب اسعد کا خوف ابن فضل کی طرف سے بہت بڑہ گیا تو ایک دن اس اجنبی نے کہا کہ مین نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ مین اپنی زندگی کو خدا اور مسلمانون پر تصدق کرکے انکو اس ظالم باغی کے ہاتہ سے نجات دلاؤن، سو وعدہ کر کہ اگر مین اپنے کام مین کامیاب ہوکر واپس آؤن تو تو میرے ساتہ اس ملک کو تقسیم کریگا جو تجھے حاصل ہو، اسعد نے فوراً وعدہ کیا، اور اجنبی نے سفر کی تیاری کی اور روانہ ہوگیا، اسعد اسوقت ہمدان کے علاقہ مین الجوف کے مقام پر ٹہرا ہوا تہا، اور ہر وقت ابن فضل کی طرف سے خطرہ مین تہا، اجنبی وہان سے روانہ ہوکر مذیخرہ آیا، اور ارکان دولت تک رسائی حاصل کی، انکی فصد کھولی، علاج کیا، اور انکے لئے مرکبات اور معجونین تیار کین، آہستہ آہستہ اسکا ذکر ابن فضل کے کانون تک پہنچا، لوگون نے بھی اسکی تعریف کی، اسکی طبابت کو خوب سراہا، اور کہا کہ وہ تیرے ہی لائق ہے۔

ایک روز ابن فضل کو فصد کہلوانے کی ضرورت پڑی، اس نے اسے طلب کیا، طبیب نے جانے سے پہلے اپنے سر کے سامنے کے بالون مین جو بہت گھنے تھے، زہر ملا، ابن فضل کے سامنے آنے کے قبل اسے حکم ہوا کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے پہنے، اس نے تعمیل کی، اب اسے فصد کہولنے کے لئے قریب آجانیکی اجازت ملی، نشتر نکال کر اس نے مزید اطمینان کی غرض سے اُسے چوسا، اور پھر اپنے سر کے بالون سے اسے صاف کرلیا جس سے اسمین تھوڑا سا زہر لگ گیا، اسکے بعد فصد کھولی، اور اسے باندہ کر فوراً اپنا اسباب گدہے پر لاد مذیخرہ سے روانہ ہوگیا تاکہ اسعد بن یُعفِر سے جا ملے،

تہوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ابن فضل کو زہر کا اثر معلوم ہوا، اور اب اس نے جانا کہ فاصد نے اسے دہوکہ دیا ہے، اسکی تلاش بے سود ثابت ہوئی مگر ابن فضل نے اسکی تلاش مین ادہر اُدہر آدمی

بہیجے کہ جہان کہین بھی ہو پکڑا جائے، چنانچہ سپاہی مختلف اطراف مین اسکی تلاش مین نکلے، آخر بعض نے اسے وادی سحول مین ایک مسجد المعروف بہ قینان مین جالیا، مگر اپنے آپکو حوالہ کرنیکے بجائے اس نے انکا مقابلہ کیا، اور آخر شہید ہوگیا، اور وہین دفن ہوا، اب بھی اسکی قبر باعثِ برکت اور نزول رحمت ہے، مین بھی محرم ۶۹۶ھ مین وہان گیا ہون،

اسی کے ساتھ ابن فضل نے بھی جمعرات کی رات کو ۱۵- ربیع الاول ۳۰۳ھ مین انتقال کیا، مسلمانون کو اسکی وجہ سے سترہ سال مصیبت اُٹھانی پڑی، اسعد کو ابن فضل کی موت سے بہت خوشی ہوئی، اور اہل یمن نے بھی خوشی منائی، اُنھون نے اسعد کو لکھا کہ مذیخرہ پر فوجکشی کرکے قرامطہ کا قلع قمع کردے، چنانچہ اس نے بھی تیاری شروع کی، اور صنعا اور گرد و نواح کے علاقہ سے فوج جمع کی، جب مخلاف جعفر مین پہنچا تو تمام باشندے اس سے مل گئے، یہی حال جند اور معافر کا ہوا، اب اس عظیم الشان لشکر نے مذیخرہ کا رخ کیا،

ابن فضل نے ایک بیٹا چہوڑا تہا جو اپنی آنکہہ کی سفیدی کی وجہ سے الفافا کے نام سے مشہور ہے، اسعد نے اپنے لشکر کے ساتھ مذیخرہ کا محاصرہ کرلیا، اور کوہ تومان مین ٹہرا، جسکا ذکر ہم جعفری کے بیان مین کرچکے ہین، اب اسکا نام جبل خولان ہے، کیونکہ اب وہان بنو لخم قبیلہ کے لوگ رہتے ہین، لشکر ایک مدت تک وہان پڑا رہا، جب کبھی مذیخرہ کی فوج اسپر چھاپہ مارتی تو مسلمان اُسے شکست دیدیتے، یہ حال برابر جاری رہا، آخر اسعد نے منجنیق سے کام لیکر شہر پناہ کے ایک حصہ کو مسمار کردیا اور شہر مین داخل ہوگیا، علی بن فضل کا بیٹا، اسکے خواص، خاندان کے تمام مرد، اور وہ تمام لوگ جنھون نے اسکا مذہب اختیار کیا تہا اسعد کے حکم سے قتل ہوئے، ابن فضل کے تین بیٹیان تہین وہ قید ہوئین، اسعد نے ایک کو جسکا نام معاذة تہا چُن لیا، اور اپنے بہتیجے قحطان کے حوالہ کردیا، اس سے قحطان کا ایک بیٹا عبد اللہ نامی ہوا، باقی دونون دو سردارون کے

حصے مین آئین، اسعد اور مسلمانون کے مذیخرہ کے محاصرہ کی مدت ایک سال ہے، کہتے ہین کہ اس عرصہ مین اسعد نے اپنے ہتیار اور زرہ ذرا سی دیر کے لئے بھی الگ نہین کئے تھے، مخالف جعفر مین بھی قرامطہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا، اور مذیخرہ اسوقت سے ابتک ویران پڑا ہوا ہے۔

اب رہا منصور سو وہ اپنی مقدمۃ الذکر حالت پر برابر قائم رہا، مگر ابن فضل کے مقابلہ مین وہ نہایت ہوشیار اور قابل حکمران تہا جسکی یادگارین ابتک قائم ہین، اس نے لاعۃ کے علاقہ کو مرنے تک نہ چھوڑا، اور ابن فضل سے پہلے ۳۰۲ھ مین مرگیا، حکومت اسنے اپنے بیٹے حسن اور ایک شخص عبد اللہ ابن عباس الشاوری کی ماتحتی مین چھوڑی، شاوری پر اسے بہت اعتماد تہا اور وہ اکثر اسکے خطوط اور تحفے لیکر مہدی کے پاس جایا کرتا تہا، اس طرح مہدی بھی اس سے پوری طور پر واقف تہا، منصور کو جب موت کا یقین ہوگیا تو اس نے دونون کو بلایا، اور وصیت کی کہ "سلطنت کی حفاظت کرنا، اور بنو عبید ابن میمون سے اپنے آپ کو جدا نہ کرنا، کیونکہ ہم انہین کے لگائے ہوئے ایک پودے ہین، اگر ہم ان کے داعی نہ بنتے تو یہ حکومت حاصل نہوتی، مہدی سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکہنا اور کبھی اسکی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کرنا، کیونکہ مین نے یہ حکومت کثرت مال اور کثرت رجال سے حاصل نہین کی، اور اس ملک مین بھی اپنی مرضی کے خلاف ہی آیا، بلکہ اس مرتبہ کو محض مہدی کی برکت کی وجہ سے پہنچا، جسکی بشارت خود آنحضرت صلعم دے چکے ہین"، یہی الفاظ وہ اکثر عوام الناس کے سامنے کہا کرتا تہا،

منصور کے مرنے کے بعد شاوری نے اسکی وصیت سے مہدی کو اطلاع دی جو اسوقت مہدیہ مین مقیم تہا، اور لکہا کہ احکام آنے تک داعی کی جگہ خالی رہیگی، ساتھ ہی یہ بھی یقین دلایا کہ وہ یہ فرض نہایت وفاداری اور دیانت سے منصور کے بیٹون کے بجائے ادا کرنیکو تیار ہے، اس خط کو اس نے منصور ہی کے ایک بیٹے کے ہاتھ روانہ کیا، اس نے مہدیہ پہنچکر خط مہدی کے

حوالہ کردیا، مہدی شاوری کو پہلے ہی سے جانتا تہا، اور اُسے معلوم تہا کہ وہ داعی کا کام اچھی طرح انجام دیسکتا ہے، اسکے برعکس وہ منصور کی اولاد کی کمزوری سے ڈرتا تہا، ابن منصور خط کے مضمون سے بالکل بے خبر تہا، مہدی نے شاوری کو جواب دیا، اور اسے مستقل طور پر اپنا داعی مقرر کردیا، اور ابن منصور نا امید واپس آیا، مگر اس نے اپنا کینہ چھپائے رکہا، وہ اور اسکے بہائی شاوری سے ملتے جلتے رہے، اور وہ بھی انکی توقیر وعزت ہمیشہ ملحوظ رکہتا تہا، ان مین سے کسی سے وہ الگ نہ رہتا تہا بلکہ جب کبھی وہ چاہتے اُسکے پاس داخل ہوسکتے تھے، اور بغیر حاجب کی مدد کے اس سے مل سکتے تھے، اسکے بعد وہ جو مہدی کے پاس خط لیکر گیا تہا، اسکی غفلت کے وقت کمرہ مین داخل ہوا اور اسے قتل کرڈالا، پھر اس نے تمام علاقہ پر قبضہ کرلیا، قبضہ کے بعد اس نے تمام گردونواح سے اپنی رعایا کو جمع کیا، اور انکو شاہد بنایا کہ اس نے پھر سُنّی مذہب اختیار کرلیا ہے، اور اپنے باپ کا مذہب ترک کردیا ہے، لوگون کو اس سے تعجب ہوا، اور وہ اس وجہ سے ان مین ہردل عزیز ہوگیا، اور لوگ اسکی مدد کے لئے تیار ہوگئے، اسکا بہائی اُسکے پاس آیا، اور اسکو اس امر کے متعلق بُرا بہلا کہا تہا، مگر اُس نے اسپر توجہ نہ کی، خفا ہوکر بہائی مہدی کی طرف چلا گیا، مگر قیروان جاکر معلوم ہوا کہ مہدی فوت ہوچکا ہے، اور اُسکا بیٹا القائم بامر اللہ اسکا جانشین مقرر ہوا ہے، مہدی کی موت اور قائم کا جانشین ہونا ۳۲۲ھ کا واقعہ ہے، ابن منصور وہین اسکے پاس رہنے لگا،

یہان اسکے بہائی نے اپنے باپ کے ہم مذہبون کو قتل کرنا شروع کیا، اور جلا وطن کیا، حتی کہ اسکے قریب سوائے ان لوگون کے جو اپنا مذہب خفیہ رکہتے تھے کوئی بھی باقی نہ رہا، مگر شہر مین ایک جماعت ایسی رہ گئی جو خفیہ طور پر قیروان مین مہدی سے خط وکتابت کا سلسلہ رکہتے تھے، پھر ابن منصور مسور سے عین محرم کی طرف روانہ ہوا، جسکا ذکر پہلے گذر چکا ہے اور جسپر اسوقت بنو العرجار کے قبیلہ کا ایک شخص بادشاہ تہا، مسور پر اپنی غیر حاضری مین اُس نے

ابراہیم بن عبد الحمید الشیعی کو مقرر کیا، جو بنی مختاب کا داداہی اور جسکے نام سے مسور کا نام مختاب ہوگیا، جب وہ عین محرم پر پہنچا تو ابن العرجا نے اچانک اسپر حملہ کیا، اور اسے قتل کر دیا، ابن عبد الحمید نے از خود اپنے آپ بادشاہت کا دعوی کیا اور منصور کے اہل وعیال اپنی جان کے خوف سے کوہ حشب، (یا جبل بنی اعشب) کی طرف بھاگ گئے، مگر لوگون نے اُن پر حملہ کیا، اور انکو قتل کیا، قید کیا اور لوٹا، ابن العرجا، اور ابن عبد الحمید کے درمیان مین عہد نامہ ہوگیا، جسکی رُو سے دونون نے علاقہ کو آپس مین بانٹ لیا، ابن عبد الحمید نے منصور کے مذہب کو ترک کر دیا، ایک جامع مسجد اور منبر تعمیر کیا، جسمین خلیفۂ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، اس نے قرامطہ کا بھی تعاقب کیا، اور آخر اسکی کوشش سے ان مفسدون کا بالکل خاتمہ ہوگیا، اگرچہ ایک نہایت ہی قلیل تعداد مسور کے قریب رہ گئی جو اپنے مذہب کو چھپائے رکھتے تھے، اور ایک شخص کو جسکا نام ابن الطفیل تھا اپنا امیر سمجھتے تھے، اسکو ابراہیم نے قتل کروا دیا، اسکے بعد داعی کا کام ابن جفتم یا ابن رحیم کے سپرد ہوا، یہ شخص نہایت بردبار اور محتاط آدمی تھا، اسکی جاے سکونت ہمیشہ اس خوف سے چھپائی جاتی تھی کہ مختاب یا کوئی اور سُنّی اسے بھی قتل نہ کرے، اسکی خط وکتابت بھی قیروان مین مہدی کی اولاد کے ساتھ برابر جاری رہی، اسی کے زمانہ مین المعز بن القائم بن المہدی قیروان سے مصر کی طرف آیا، اور قاہرہ کا شہر آباد کیا، اور اسکو اپنا مستقر قرار دیا، جب ابن جفتم کی موت قریب آئی تو اس نے اپنے ہم مذہبون پر ایک شخص یوسف بن الاسج نامی کو مقرر کیا، ابن جفتم کی موت کے وقت حاکم (معز کا پوتا) قاہرہ پر حکمران تھا، ابن الاسج اسی کے لئے کوشش کرتا تھا اور اسکے لئے بیعت لیتا تھا، جب اسکی موت قریب آئی تو اس نے اپنا جانشین ایک شخص سلیمان بن عبد اللہ الرواحی کو جو شام کے علاقہ کا رہنے والا تھا مقرر کیا، یہ مالدار آدمی تھا جسکو وہ لوگون کے دھوکہ دینے اور اپنے ہم مذہبون کی حفاظت مین صرف کیا کرتا تھا، جب کبھی کوئی اسکے قتل کا ارادہ کرتا تو صاف

کہتا کہ مین مسلمان آدمی ہون، لا الہ الا اللہ کا معترف ہون، میرا خون اور مال کسی طرح مباح نہین ہو سکتا ہے، وہ اسکو چھوڑ دیتا، مرتے وقت اس نے علی بن محمد الصلیحی کو اپنا جانشین مقرر کیا، جو اخراج کا رہنے والا تھا، اور حراز کے شیعون مین سے تھا،

بگڑا ہوا اسلام

(از مولانا عبد السلام ندوی)

قرآن مجید اگرچہ مناظرہ کی کوئی کتاب نہین ہے، تاہم یہود، نصاریٰ، مشرکین، اور منافقین کو جن مذہبی شبہات نے ضلالت وگمراہی مین مبتلا کردیا تہا، قرآن مجید نے متعدد موقعون پر خطابی اور برہانی دلائل سے انکی تردید کی ہے، لیکن یہ کتنی افسوسناک بات ہی کہ اس طریقہ سے قرآن مجید نے جن مذہبی خرابیون کی اصلاح کی وہ ایک ایک کرکے آج خود اسلام مین نظر آتی ہین، مثلاً کفار اگرچہ نبوت کے معترف تھے، اور حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، بلکہ حضرت موسیٰ علیہم السلام کو بھی خدا کا پیغمبر مانتے تھے، تاہم انکا یہ خیال تہا کہ پیغمبر کو منزہ عن المادیت ہین عام انسانون سے بالاتر ہونا چاہیئے، اس بنا پر اُنکے دل مین یہ شبہات پیدا ہوتے تھے کہ پیغمبر عام انسانون کی طرح کیون کہاتا پیتا ہے، کیون بازارون مین چلتا پھرتا ہے، خدا کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر کیون نہین بھیجتا؟ ہر شخص پر الگ الگ وحی کیون نہین نازل ہوتی؟ اور ان شبہات کی بنا پر وہ تشبیہ، تحریف، اور شرک مین مبتلا ہوجاتے تھے، لیکن آج اسلام پر یہی مصیبت ایک دوسری صورت مین نازل ہوئی ہے، یعنی بہت سے لوگ ہین جو ولایت کشف اور کرامت کے معترف تو ہین، لیکن اُنکے نزدیک اس زمانہ مین اولیاء وصلحاء کا وجود نہین ہوسکتا، اس بنا پر وہ بجائے اسکے کہ کسی صالح شخص کو اپنا مرجع بناتے، اُنھون نے گذشتہ اولیاء کے مزارات کی طرف رُخ کیا، اور اس طرح شرک وبت پرستی کی وہی صورت پیدا ہوگئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھی، چنانچہ شاہ

ولی اللہ صاحب مشرکین کے اس شبہہ کو نقل کرکے لکھتے ہین،

داگر در تصویر حال مشرکین وعقاید واعمال ایشان توقف داری احوال محرفان اہل زمان خصوصاً آنانکہ باطراف دار الاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن کہ ولایت را چہ خیال کردہ اند باوجود اعتراف بولایت اولیاء متقدمین درین زمانہ وجود اولیاء محال می انگارند وبہ قبور وآستانہا مے روند وانواع شرک بعمل می آرند وتشبیہ وتحریف چگونہ در ایشان راہ یافتہ است وبحکم حدیث صحیح لتتبعن سنن من قبلکم ازین آفات ہیچ چیز نیست کہ امروز قومی مرتکب آنند ومعتقد مثل آن عافانا اللہ سبحانہ عن ذلک[1]

اہل اسلام کا یہ ضلالت آمیز اتحاد صرف کفار ومشرکین کے ساتھ مخصوص نہین ہے، بلکہ وہ اور مذاہب کے ساتھ بھی اسمین شریک ہین، مثلاً عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور اسپر انجیل کے بعض مشتبہ الفاظ سے استدلال کرتے تھے، لیکن قرآن مجید نے ہر موقع پر اسکی تردید کی اور اُنکو خدا کا بندہ قرار دیا، لیکن اسلام مین تصوف کی جو گرم بازاری ہوئی، اور اُس نے صلحاء واولیاء کا جو مستقل طبقہ قائم کردیا، اسکی نسبت بھی قریب قریب اسی قسم کی خوش اعتقادی پیدا ہوگئی جس نے اُنکو عام انسانی ہستیون سے بالاتر قرار دیا اور خاندانی عصبیت وحسن عقیدت نے اُنکو کہان سے کہان پہنچا دیا، چنانچہ شاہ صاحب عیسائیون کے اس عقیدہ کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہین،

اگر خواہی کہ نمونۂ آن ازین فریق ملاحظہ کنی امروز اولاد مشائخ واولیاء را تماشا کن، کہ در حق آباے خود چہ ظنون دارند وتا کجا کشیدہ بردہ اند، و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2]،

[1] الفوز الکبیر صفحہ ۱۱ [2] ایضاً صفحہ ۲۳،

تصوف واخلاق کی عام کتابون مین اولیا، وعلمار کے کشف وکرامات کے متعلق جو مبالغہ آمیز واقعات مذکور ہین وہ انہی خوش اعتقادیون نے پیدا کئے ہین اور ان کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگون نے ان بزرگون کو عملاً اپنا خدا بنالیا ہے،

اسلام مین سب سے زیادہ خطرناک گروہ منافقین کا خیال کیا گیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین دو گروہ مین منقسم تھے، ایک گروہ تو زبان سے کلمۂ توحید کا اقرار کرتا تھا لیکن دل سے اپنے اصلی کفر پر قائم تھا، قرآن مجید مین فی الدرک الاسفل من النار کی وعید شدید اسی گروہ کی نسبت وارد ہوئی ہے، دوسرا گروہ اگرچہ زبان ودل دونون سے مسلمان ہوا تھا تاہم اسکے ایمان مین ضعف موجود تھا، اس بنا پر اسکے عقاید واعمال مین وہ استواری نہین پائی جاتی تھی، جو مخلصین مومنین مین موجود تھی، اسی قسم کے منافقین کے متعلق حدیث شریف مین آیا ہے کہ جس شخص مین تین باتین پائی جائین، ایک یہ کہ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، دوسرے یہ کہ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، تیسرے یہ کہ جب لڑائی جھگڑا کرے تو فحاشی اور بدزبانی کرے وہ منافق ہے" لیکن رسول اللہ صلعم کے بعد پہلے قسم کے منافقین کا حال معلوم نہین ہوسکتا تھا، کیونکہ رسول اللہ صلعم کو وحی کے ذریعہ سے ان لوگون کے دل کا بھید معلوم ہوجاتا تھا، لیکن آپکے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، اسلئے انکے حالات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہین رہا، البتہ دوسرے قسم کا نفاق جسکو شاہ صاحب نفاق عمل اور نفاق اخلاق کہتے ہین، اسلام مین ہمیشہ موجود رہا، اور اب بھی موجود ہے، چنانچہ شاہ صاحب نفاق کی اس قسم کو بیان کرکے لکھتے ہین،

اگر خواہی کہ از منافقان نمونہ ببینی ردد مجلس امرا ومصاحبان ایشان را ببین کہ مرضی ایشان را بر مرضی شارع ترجیح می دہند در انصاف ہیچ فرق نیست در میان آنانکہ کلام آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ شنیدہ نفاق ورزیدند درمیان آنانکہ الحال پیدا شدہ اند وبطریق یقین حکم شارع معلوم کردہ اند ابدازان برانیا برخلاف آن اقدام می نمایند وعلی ہذا القیاس جماعہ از معقولیان کہ شکوک وشبہات بسیار بخاطر دارند ومعاد را نسیا منسیا ساختہ اند نمونہ آن گروہ اند وبالجملہ چون قرآن بخوانی گمان مکن کہ مخاصمہ با قومے بود کہ بودند ودرگذشتند بلکہ بحکم حدیث لتتبعن سنن من قبلکم ہیچ بلاے نبود مگر امروز نمونہ آن موجود است، پس مقصود اصلی بیان کلیات آن مقاصد است نہ خصوصیات آن حکایات۔[1]

اسلام مین یہ تمام خرابیان شاہ صاحب کے زمانہ مین پیدا ہوچکی تہین اور آج تو وہ اضعافاً مضاعفہ ہوگئی ہین، اس بنا پر اگر ان سب کو پیش نظر رکھو تو تم کو صاف نظر آئیگا کہ اسلام جسقدر تمام مذاہب کی خوبیون کا جامع تھا، آج اسیقدر تمام مذہبی بُرائیون کا سرچشمہ ہوگیا ہی، اسلام نے جن مذہبی مفاسد کی اصلاح کی تھی وہ مختلف مذاہب مین الگ الگ پائی جاتی تہین لیکن آج وہ سب کی سب اسلام مین ایک جگہ جمع ہوگئی ہین، اسلئے اگر اسلام کسی زمانہ مین تمام مذاہب سے اچھا تھا تو وہ آج تمام مذاہب سے بُرا ہے، خدانے کسقدر سچ کہا ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین

---

[1] الفوز الکبیر صفحہ ۲۶ و ۲۷،

تلخیص و تبصرہ

اسلام اور زنان ہند

برٹین اینڈ انڈیا، انگلستان کا ایک جدید موقر رسالہ ہے، اسکے اپریل نمبر مین ایک ہندوستانی خاتون نے ایک مضمون "موجودہ زنان ہند" پر شایع کیا تہا جو اگرچہ بحیثیت مجموعی ہمدردانہ و موافقانہ تہا، تاہم جا بجا اسمین مسائل اسلام کی غلط تعبیر کیگئی تھی، مولانا سید سلیمان ندوی نے اسکا جواب اسی رسالہ کے جون نمبر مین شایع کرایا، ذیل مین اسکا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

مین نے رسالہ برٹین اینڈ انڈیا کے اپریل نمبر مین "زنان ہند در عصر حاضرہ" پر دلچسپ مضمون پڑہا، راقمۂ مضمون نے جس ہمدردی سے اظہار خیال کیا ہے، اسکی شکرگذاری بحیثیت ایک ہندوستانی کے میرے اوپر فرض ہے، تاہم اسکے ابتدائی فقرون مین اسلام، پردۂ نسوان اور کمسنی کے شادی سے متعلق جو کچھ لکہا گیا ہے اسکے بابت مجھے بھی کچھ کہنا ہے۔

دنیا مین محکوم قوم کی فرد ہونے سے بڑھکر انسان کے لیے کوئی اور معصیت نہین، محکوم قوم کی نہ صرف جسمانی آزادی سلب ہو جاتی ہے، بلکہ اپنے احساسات و جذبات، معتقدات و خیالات ہر شے مین محکوم قوم، محکوم و غلام ہوتی ہے، اسکے نزدیک حق و باطل کا معیار، حکمران قوم کے خصایل و شعائر، اور اسکی تہذیب و شائستگی رہ جاتی ہے، محکوم قوم، حکمران قوم کی آنکہون سے دیکہتی، اسکے کانون سے سنتی، اور اسی کے دماغ سے سوچتی ہے، مگر چونکہ محکوم قوم کے پاس بھی اپنے اسلاف کے پر فخر کارنامون کا ذخیرہ ہوتا ہے، اسلئے اسکے پاس اسکے سوا چارہ نہین ہوتا کہ ان مین حکمران قوم کے اعمال و خصائل کے ساتھ مطابقت و موافقت پیدا کرے، اور اسی

جدید معیار عظمت و شرافت کے قالب مین اپنی گذشتہ تاریخ کو ڈہالے، اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محکوم قوم جب اپنے شعائر و اخلاق کو حکمران طبقہ سے مختلف پاتی ہے تو اپنے تئین پست و ذلیل، اور عزت و شرافت سے معرٰی سمجہنے لگتی ہے، اور اسی طرح رفتہ رفتہ حکمرانون کی کورانہ تقلید مین مبتلا ہو جاتی ہے،

ہندوستان بھی آج ایک مغربی قوم کے ماتحت ہے، اور اسلئے مغربی تہذیب، مغربی فلسفہ، مغربی اخلاق و شعائر کی حکومت قاہرہ تمام ملک پر مسلط ہو گئی ہے، ایسی حالت مین عوام اپنے قوانین حیات نفسی کے لحاظ سے اسپر بالکل مجبور ہین کہ وہ اپنے حکمرانون کے جو کچھ رسوم و خصایل دیکہین، بلا خیال اختلاف آب و ہوا، ضروریات قومی و خصوصیات نسلی، تمامتر انکی تقلید کرنا اپنے لئے باعثِ فخر و امتیاز سمجہنے لگین، چنانچہ ہمارے اہل ملک مین ایک اچہی خاصی جماعت ایسے اشخاص کی موجود ہے جو ہر مغربی رسم و شعار سے متعلق علانیہ یہ دعوی کرتے ہین کہ وہ انکے زمانۂ عروج مین خود اُن مین بھی موجود تہا، اور اسی کے ترک کر دینے کا نتیجہ ہے کہ اسوقت وہ حالتِ زوال و انحطاط مین ہین،

فلسفۂ اجتماع کے اس نکتہ کو ملحوظ رکہنے کے بعد یہ بات بہ آسانی سمجھ مین آجائیگی کہ مسلمان اپنے دورِ تمدن مین جب ہندوستان پر قابض و حکمران تھے تو اُنکے رسوم و شعائر کو بھی ہندوستان کی معاشری زندگی مین حسن و قبح کا معیار سمجہا جاتا تہا، اسوقت اگر پردہ کا رواج فرمانروا قوم مین تہا اور ہندوستان مین نہ تہا تو یقیناً آہستہ آہستہ اسے ہمارے ہندو بہائیون اور بہنون نے بطور تمغاے شرافت اختیار کر لیا ہوگا، بلکہ عجب نہین اگر اسکو شرفا و عوام الناس کے درمیان حدِّ فاصل قرار دے لیا ہو، تاریخ مین ماضی و حال کے درمیان کل اور آج سے زیادہ فاصلہ نہین ہوتا، اگر پچہلی تاریخ آج تفصیل کے ساتھ موجود ہوتی تو مجھے یقین

کامل ہے کہ مسلمانون کے عہد حکومت مین فاضل ہندوؤن کی ایسی تعداد کا وجود قطعاً ظاہر ہوتا جو زبردست مذہبی وتاریخی استدلال کے ساتھ یہ ثابت کرتے کہ رسم پردہ ہندوؤن کا قدیم ترین مقدس شعار ہے، اور یہ کہ ہندوؤن کی موجودہ پستی اس رواج کو ترک کردینے کا نتیجہ ہے، اسطرح اگرکل اتفاق سے ہندوستان پر اہل چین کا قبضہ ہوجاے تو یقیناً عجیب وغریب دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش شروع ہوجائیگی کہ ہندوستان کے رسوم وعواید عین چینی آئین تمدن کے مطابق ہین، اور یہ کہ عورت کا جو مرتبہ چینی تہذیب مین ہے بعینہ یہی ہماری قدیم تعلیم ہے!

آج جو شدید قسم کا پردہ بعض اقطاع ہند مین رائج ہے، اسکے خلاف سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ یہ مغربی اصول معاشرت وآئین تمدن کے منافی ہے، عجیب تماشہ ہے کہ ایک طرف مسلمان کانون پر ہاتھ رکھتے ہین کہ حاشا ہمین اس دستور سے کوئی واسطہ نہین، اس کا وجود ہندوستان سے باہر کسی اسلامی ملک مین نہین، ہمارے مذہب مین اسکا حکم نہین، ہماری پچھلی تاریخ مین اسکا پتہ نہین، یہ رسم تو ہم نے ہندوستان مین آکر سیکھ لی، دوسری طرف ہندو شدومد سے دعوی کرتے ہین کہ قدیم ہندوستان اس رسم سے محض ناآشنا تہا، اور مسلمانون کی آمد سے قبل ہندوستانی عورتین بے پردہ مردون کی طرح آزاد، اور بے تکلف آنے جانے مین بالکل خود مختار تہین، (البتہ یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہوگا کہ ٹھیٹھ مذہبی ہندوؤن کا اس بارہ مین کیا خیال ہے) اسی طرح یورپ کے ایک گوشہ مین غریب ترک آباد ہین، جنکے ہان حرم کا رواج ہے، جو یورپ کے تخیل حریت نسوان کے منافی ہے، ترکون سے جب اسکے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہین کہ یہ رواج انکا ایجاد نہین، بلکہ قدیم رومی سلطنت کی یادگار ہے اور اہل رومہ یہ فرماتے ہین کہ انکے ہان یہ دستور معاصر ساسانی وایرانی اقوام کے ہان سے آیا تہا، غرض دنیا کا یہی قاعدہ ہے کہ قومون کے عروج وزوال، اقبال وانحطاط کے ساتھ اصول و

آئین معاشرت بھی برابر بدلتے رہتے ہین، شروع سے یہی ہوتا آیا ہے اور آیندہ بھی یہی ہوتا رہیگا

مین نے مشرق ومغرب کے مختلف تمدنون کے مطالعہ کی کوشش کی ہے، خصوصاً پردۂ نسوان سے متعلق، اور مین نے یہ پایا ہے کہ عورتون کے لئے کچھ نہ کچھ احتیاط وتحفظ کا رواج ہر قوم مین موجود ہے، اور جسکے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس قسم کی احتیاط دشمنون کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ رہنے کے لئے عورتون کے واسطے ضروری رہی ہے، یورپ مین موجودہ حریت نسوان کا ارتقار رفتہ رفتہ ہی اس منزل تک پہنچا ہے، لیکن شریعت مسیحی مین عورت کو چادر مین لپٹے رہنے کا حکم سینٹ پال جیسے امام شریعت کی زبان سے ادا ہوا ہے، سر، گردن، اور سینہ کی پوشش جیسی آج مسیحی ننون مین مستعمل ہے، یہ اسلامی پردہ کے بالکل مطابق ہے، جزیرہ سسلی پر جسوقت عربون کی حکومت تھی، اس زمانہ مین ابن جبیر اندلسی نے اسکی سیاحت کی تھی، اسکے بیان کے مطابق مغربی مسیحی عورتین اپنی وضع ولباس کے لحاظ سے بالکل مسلمان تہین، یہانتک کہ برقع بھی پہنتی تہین،[1]

[1] یونانی تمدن، کو یورپ اپنا تمدن سمجھتا ہے، کیسے تماشہ کی بات ہے کہ یونان نے اپنے شباب تمدن مین اسی قسم کے چار دیواری والے پردہ کی بنیاد ڈالی تھی، جیسا اسوقت مسلمان شرفا، اودھ وبہار مین دیکھا جاتا ہے، اور اسکی شہادت انگلستان ہی کے ایک مورخ کا قلم دیتا ہے، لیکی، جس نے دو ضخیم مجلدات مین قدیم تاریخ اخلاق یورپ لکھی ہے، لکھتا ہے کہ یونان کا طبقہ نسوان دو حصون مین منقسم تہا، گھر والیان اور باہر والیان، باہر والیان عموماً بازاریان ہوتی تہین، اور "گھر والیون" کی اصطلاح شریف زادیون کی مرادف تھی، اقتباس ذیل سے مولانا کے بیانات مندرجہ متن کی پوری تائید ہوگی:-

"گھر والیان، سخت پردہ کے اندر رہتی تہین، انکے رہنے کے لئے مکان کا ایک پردہ دار حصہ مخصوص ہوتا تہا، اور انکے مشاغل یہ ہوتے تھے، چرخہ کاتنا، سینا پرونا، خانہ داری کا

اسلامی پردہ کے معنی یہ ہین کہ بجز چہرہ اور ہاتھ کے باقی سارا جسم سر سے پیر تک ڈھکا ہوا
رہے، اور عورت کسی ایسے مرد کے سامنے جس سے نکاح جائز ہے، بغیر ایک محرم کی موجودگی
کے نہ آئے، اگر توہین یا چھیڑ چھاڑ کا اندیشہ ہو تو گھر سے باہر نکلتے وقت چہرہ پر بھی نقاب ہونا چاہئے
ان قیود کے علاوہ باقی اور ہر طرح آنے جانے مین اسلام عورت کو پوری آزادی دیتا ہے،
مسلمان عورت جلسون مین شریک ہو سکتی ہے، مسجد و مدرسہ کو جا سکتی ہے، تقریرین کر سکتی ہے
اور راہِ حق مین جنگ تک کر سکتی ہے، چنانچہ اس طرز زندگی پر خود پیمبر خدا اور صحابہ کرام کی
ازواج مطہرات اور صاحبزادیون کا عمل تھا، یہ کہنا کہ اسلام عورت کو بجز اپنے شوہر کے اور
کسی شخص یہانتک کہ بھائی سے بھی گفتگو کرنے کی اجازت نہین دیتا، نہ صرف تعلیم اسلام اور
اسکی سیزدہ صد سالہ تاریخ کے منافی ہے بلکہ موجودہ صورت حال کے بھی بالکل برعکس ہے۔

اسلام جس قسم کا پردہ چاہتا ہے، وہ آج پوری طرح سرحد ہندوستان، افغانستان، ترکستان،

انتظام ۔۔۔۔ یہ لوگ عام مجالس و ملاعب مین کبھی شریک نہین ہوتی ہتین، ۔۔۔۔۔ انکی یہ
طرز زندگی گو ایک طرف انکی عصمت و ناموس کی سب سے بڑی محافظ رہی، لیکن دوسری طرف
اسکا یہ اثر بھی ہوا کہ انکے قوای ذہنی کی تربیت نہو سکی، اور ہر وقت لونڈیون باندیون مین گھرے
رہنے سے انکی نظرین لازمی طور پر تنگ و پست ہو گئین، گھر والیون کی خوبی کا بڑا معیار یہ تھا کہ
انکی بابت نیک یا بد کسی حیثیت سے بھی سوسائٹی مین ذکر نہ آنے پائے۔" (تاریخ اخلاق یورپ
ترجمۂ اردو، جلد ۲، باب ۵، صفحہ ۱۸۰)

کیا یہ طرز معاشرت بھی مسلمانون کے اثرِ صحبت کا نتیجہ تھی؟ جو لوگ یونانی شریف زادیون کے طرز معاشرت کی
تفصیلات سے واقفیت چاہتے ہین، جو جزئیات تک مین ہمارے ہان کی شریف زادیون سے ملتی ہوئی ہی انکے لئے
کتاب مذکور، جلد دوم، باب پنجم کا مطالعہ ازبس مفید ہوگا، (معارف)

ترکی، مصر، و عرب مین مروج ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ پردہ کسی طرح عورت کی معاشری و ذہنی
نشو و نما مین حایل نہین، ہندوستان مین جو چار دیواری کا پردہ رائج ہے، اسکی تاریخ کا صحیح سراغ
لگانا ممکن نہین، لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ اس رسم کا مولد و منشا، ہندوستان ہی ہے، ڈولیان
اور پالکیان جو شریف زادیون کی سواریان ہین، ہندوستان ہی کی ایجاد ہین، اور صوبہ بہار اور
متحدہ کے ساتھ مخصوص ہین، یہ اگر خالص اسلامی ایجاد ہوتی تو اسکا سب سے زیادہ رواج پنجاب
مین پایا جاتا کہ وہی صوبہ ہندوستان مین اسلامی آبادی کا پہلا مستقر ہے، اور ایران، افغانستان،
و ایشیا، وسطی سے آنے کی عام گذرگاہ ہے، لیکن یہان چار دیواری کا پردہ نہ اسقدر عام ہے
اور نہ اسقدر سخت، جتنا کہ ان دو صوبون مین ہے، بلکہ قصبات اور دیہات مین اور بھی زیادہ
آزادی ہے، اور بعض مقامات مین تو یہ رواج سرے سے غائب ہے، بمبئی و دکن پر بھی
اسلامی تسلط عرصہ دراز تک رہا ہے، اور شعائر اسلامی یہان برابر جاری رہے، لیکن صوبہ متحدہ
و بہار کا سا سخت پردہ یہان مطلق نہین، ان حالات و شواہد سے مین اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ چار
دیواری کا پردہ اُسی کورانہ تقلید کا ایک مظہر ہے، جو محکوم اقوام مین حکمرانون کے طرز معاشرت سے
متعلق عام ہوتی ہے، قدیم ملوک و سلاطین کی طرح جو اپنا سارا وقت قلعہ جات اور محلات کے
اندر صرف کرتے تھے، جنپر ہر وقت مضبوط چوکی پہرہ رہتا تھا، اسوقت کی بیگمات اور شہزادیان
بھی اسکی خوگر ہو گئی ہتین کہ عالیشان محلون کے اندر ترکنون، حبشنون، اور دوسری اقوام کی گاردون
کی حفاظت مین رہا کرین، اس طرز معاشرت کا اصل مدعا غالباً محض اظہار شان و شوکت تھا،
لیکن رفتہ رفتہ امرا و ارکان دربار کی بیگمات نے بھی حرم سلطانی کی تقلید شروع کی، اور اس طرح
بالآخر چار دیواری کے اندر محصور رہنا لازمۂ عزت و شرافت قرار پا گیا، اس قسم کا پردہ ہندوستان
کے باہر کہین موجود نہین، یہانتک کہ ترکون اور مغلیہ سلاطین کی تاریخ مین بھی، جنھون نے ہندوستان پر

صدیون تک حکومت کی، کہین اس دستور کا پتہ نہین چلتا ۔

راقمہ مضمون نے انہین دلائل کا اپنے مضمون مین اعادہ کر دیا ہے، جو ہندو حامیان پردہ اسکی ترویج کے اسباب کے ذیل مین بیان کرتے ہین، لیکن مین یہ عرض کرونگا کہ تقلید کو چھوڑ کر حقائق تاریخی پر نظر کرنا چاہیئے، یہ طریقہ ترین انصاف نہین کہ ایک قوم کو جب اپنے کسی شعار مین نقائص محسوس ہونے لگین تو اسکی ترویج کا بار ہمسایہ قوم پر ڈالدیا جائے، اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ کسی نہ کسی شکل مین پردہ کا وجود ہندوستان مین مسلمانون کی آمد سے قبل بھی تھا، اوڑھنی یا دوپٹہ کے آنچل کو چہرہ پر اس طرح لٹکانا کہ گھونگھٹ "نکل آئے، اور چہرہ بالکل چھپ جائے، ہندوستان کی نہایت قدیم رسم ہے، جو ہر حصۂ ملک مین عام ہے، اور جسکے لئے ہر ہندوستانی زبان مین لفظ موجود ہے، گھونگھٹ کے لئے یہ ضروری ہے کہ عورت اسے سسرال کے ہر شخص کے سامنے نکال کر بیٹھے، اور صرف اتنا ہی نہین بلکہ سسرال کے قریب پہنچتے ہی اسکا نکال لینا عورت پر واجب ہو جاتا ہے، اگر اس دستور کا نام "پردہ" نہین تو اور کیا ہے؟ ہندؤون کے ہان شوہر کا اپنی ساس، سسر، سالے، یا خود اپنے والدین اور بھائی کے سامنے اپنی بیوی سے بات کرنا ایک سخت معاشری جرم ہے، وہ اپنی بیوی کے کمرہ مین دبے پاؤن چور کی طرح داخل ہوتا ہے، کیا یہ دستور بھی اسلامی اثرات سے ماخوذ ہے؟ ہندو عورت کا بھائی کی موجودگی مین باپ کی جائداد پر مطلق حق نہین ہوتا، کیا یہ بھی اسلامی تعلیم کا نتیجہ ہے؟ ہندو بیوہ ازدواج ثانی نہین کر سکتی، بلکہ ستی ہو جانا باعثِ ثواب سمجھتی ہے، کیا یہ بھی مسلمانون کا اثر صحبت ہے؟ مسلمانون کے اثر صحبت کا اگر صحیح اندازہ کرنا ہے تو وہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ راقمہ مضمون نے ہندوستان کی جتنی مشاہیر خواتین کا نام لیا ہے وہ، بجز ایک یا دو کے سب اسلامی عہد کی پیداوار ہین ۔

کمسنی مین شادی کر دینے کا رواج ہندؤون ہی مین پایا جاتا ہے، اور ہندو مصلحین معاشرت اسکے انسداد کی سخت کوشش کر رہے ہین، اس سعی اصلاح کی بہترین صورت یہی تھی کہ تعلیمات وید کی جانب رجوع کیا جاتا، اور اپنے ہم مذہبون کو اپنے ہان کی صحیح تعلیم سے روشناس کیا جاتا، لیکن تعلیم یافتہ مسلمان مصلحین کی طرح ہندو مصلحین معاشرت بھی خود اپنے مذہب سے ناواقف ہین، اور اسلئے وہ یہ غلط اور بے بنیاد دعوی کرنے پر مجبور ہو گئے، کہ قدیم ہندوستان مین کمسنی کی شادیون کا رواج نہ تھا، لیکن جب سے مسلمانون کا قدم اس سرزمین پر آیا، انکے ظالم سلاطین نے زبردستی رعایا کی لڑکیون کو پکڑنا شروع کیا، اس سے مجبور ہو کر ہندؤون کے ہان نہایت صغر سنی مین شادی کر دینے کا رواج پڑ گیا، لیکن یہ حضرات اس کھلی ہوئی بات پر غور نہین کرتے کہ اگر مسلمان فرمانروا ایسے ہی بدچلن، ستم شعار، و بیگانۂ مذہب تھے تو اسمین کیا دشواری تھی کہ بچپن کی ان براے نام بیویون کو بھی زبردستی انکے گھرون سے نکال لاتے؟ "بیگانۂ مذہب" اسلئے کہا گیا کہ شریعت اسلامی کی رو سے مسلمان غیر قومون مین صرف یہودی و مسیحی عورتون سے شادی کر سکتا ہے (نہ کہ ہندؤون سے) پھر ظالم مسلمانون کے خلاف جو اسقدر زبردست الزام لگایا جاتا ہے اسکا کوئی ثبوت تاریخ سے ملتا ہے؟ تاریخ مین تو ہم نے یہ پڑھا ہے کہ ایک عظیم الشان مسلمان فرمانروا (ہند شیرشاہ سوری کے ولیعہد نے جب رعایا مین سے ایک ہندو عورت کی توہین کی تو اسکے انتقام مین اسکے شوہر کے ہاتھون اس شہنشاہ نے اپنی بہو کی بعینہ اسی قسم کی توہین کرائی ۔

مین ہندو قوم کا بہت بڑا مداح ہون اور اسکے تمدن اور حیرت انگیز نظامات فلسفہ کا پورا احترام کرتا ہون، مجھے اسکا بھی اعتراف ہے کہ ہندو عورت عصمت و وفاشعاری کا مجسمہ، اور محبت و شفقت کی دیوی ہوتی ہے، بر این ہمہ یہ تو نہین ہو سکتا کہ مفروضات کو تاریخی حقائق کا درجہ دیدیا جائے ۔

برٹین اینڈ انڈیا کی کسی آیندہ اشاعت مین اس موضوع پر لکھونگا کہ اسلام نے عورت کا کیا مرتبہ قرار دیا ہے، سردست صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ یہ دعوی کہ

"اس مردانہ مذہب (اسلام) نے عورت کی رُوح تک نہین تسلیم کی ہے"

نہ صرف بے بنیاد بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے،

(برٹین اینڈ انڈیا)

رُوحانیت اور نظام تعلیم

یورپ کو روحانیت سے جو بیگانگی ہے، کسی سے پوشیدہ نہین، یہی سبب ہے کہ اُسکے نظام تعلیم مین روحانیت کی مطلق گنجائش نہین، اُسکے نصاب کتب، آئین درس، اصول تعلیم، کسی شے کو روحانیت سے کوئی لگاؤ نہین، لیکن حال مین لندن کے ایجوکیشنل ٹائمز مین "روحانی بنیاد" کے عنوان سے ایک مضمون شایع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا رخ کچھ بدل چلا ہے، ٹائمز کا تعلیمی ضمیمہ اپنے دائرہ مین نہایت باوقعت و معزز پرچہ ہے، اسکے ایڈیٹوریل کالمون مین اس مضمون کا شایع ہونا ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، ذیل مین اسکی تلخیص ہدیۂ ناظرین ہے۔

ٹائمز کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ اگرچہ آج تک کسی کی بھی زبان سے بہ صاف صاف نہین نکلا ہے، تاہم حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ نظام تعلیم کی اصل بنیاد روحانیت اور صرف روحانیت ہی ہوسکتی ہے، اور جب تک خود طالبعلم کو اسکا احساس نہوگا، اسکی تعلیم، تضیع وقت کے مرادف رہیگی، ایک گروہ اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ سے کرتا ہے، کہ واجب الوجود یا خدا کی تلاش و جستجو روح البشری کے سرشت مین داخل ہے، اور تعلیم کا مقصد اس جذبۂ روحانی کی

تسکین رسانی ہے، تعلیم کی یہ تعریف ان لوگون کے لئے حجت نہین ہوسکتی جو رُوح، خدا، و واجب الوجود ہی کے سرے سے منکر ہین، اور اتنا تو بہرحال یقینی ہے کہ یہ تعریف کم عمر لڑکون کی فہم سے بالاتر ہے، لیکن روح و خدا کے نام سے جتنا بھی انکار کیا جاے، روحانیت کو اساس تعلیم قرار دینے سے کسی طرح مفر نہین، اِسلئے کہ منکرین جو یہ کہتے ہین کہ تعلیم کا مقصد اصلی تلاش حقیقت ہے، سو یہ "حقیقت" کیا ہے، بجز اسکے کہ واجب الوجود ہی کا ایک مرادف ہے، اور پھر یہ تعریف جامع و مانع بھی نہین، اِسلئے کہ واقعتہ روح کی تشنگی محض صداقت رسی تک محدود نہین، اسکا مطمح تو ایک ایسی شے ہے جسکا پورا اظہار آج تک فلسفہ یا مذہب کسی کی زبان مین بھی نہین ہوسکا ہی۔

تعلیم کو ہمیشہ زبان حال سے یہ کہتے رہنا چاہیئے کہ "میری بادشاہت اس دنیا کے لئے نہین" اور اگر وہ یہ نہین کہتی تو تعلیم، تعلیم نہین، بلکہ طالبعلم کو چند شعبدہ بازیون کی تدریس رہجاتی ہے، جکے سیکھنے کی اسکے پاس کوئی وجہ موجہ نہین، فرض کرو ہم طالبعلم کو تعلیم کا مقصود یہ بتاتے ہین کہ یہ ذریعہ حصول معاش ہے، تو طلبہ کی ایک جماعت پر تو اسکا مطلق اثر نہوگا، انکی فہم سے یہ فلسفہ بالاتر ہے کہ ذریعۂ حصول معاش تک دسترس ہوجانا بھی کوئی ایسی چیز ہے، جسے مقصد حیات سمجھا جاے، رہی طلبہ کی وہ جماعت جسپر یہ جادو چل سکتا ہے، اور جو تعلیم کی اسی تعریف پر قناعت کرسکتی ہے، وہ اپنی پست خیالی و تنگ نظری کے خیال سے کسی شمار و قطار مین نہین، دراصل ہر نفس مین روح کی گرسنگی ودیعت کیگئی ہے، اور اس جذبہ کی سیری بجز کسی عقیدہ روحانیت کے ممکن ہی نہین، ضرورت اسکی ہے کہ اس احتیاج فطری کو کسی منضبط طریقہ پر ظاہر کیا جاے اور اسکی بنیاد پر آیندہ نظام تعلیم مرتب ہو،

اب تک اسی شدید ضرورت پر متوجہ نہونے کا یہ نتیجہ ہے، کہ ہماری نوعمری ہی کے زمانہ سے زندگی ہم پر بار ہونے لگتی ہے، اور پھر ہماری ساری عمر اسی مین گذرتی ہے کہ اس ناگوار کیفیت کو

خود اپنے نفس سے مخفی رکہین، اس خدع نفس وسعی اخفا کی تعلیم ہمین بچپن ہی سے ملنے لگتی ہے
تا آنکہ بالغ ہوکر ہمارے سارے مشاغل اسی محور پر گردش کرتے ہین، پہلے ہم حوائج اصلی سے
کہین زاید روپیہ کماتے ہین، اور اس اکتساب زر کے لئے بیسیوں مشاغل مین ہمین پڑنا پڑتا ہی
پھر اس دولت کو ان مشاغل مین اُڑاتے ہین، جنکے متعلق ہم اپنے نفس کو یہ دہوکا دیتے رہتے ہین
کہ ان سے لذت ولطف، انبساط وتفریح حاصل ہوتی ہے، وقت کا ایک حصہ لہو ولعب مین
اس انہماک اور خضوع وخشوع کے ساتھ صرف کرتے ہین کہ گویا ارکان مذہب ادا کر رہے ہین
فنون وصنائع جنپر ہم جان دیتے ہین وہ ایسے ہین جنمین واقعتہً حسن وجمال کی مطلق آمیزش نہین
ہوتی، دنیا مین دوڑتے اس تیزی کے ساتھ ہین کہ کسی شے پر نگاہ نہین ٹہرنے پاتی، سوسائٹی
جسکے بغیر ہم زندگی نہین گذار سکتے، اُسے رفاقت وحقوق صحبت سے کوئی واسطہ نہین، بلکہ وہ
بالکل اس طرح جیسے چوپایون کو گلہ مین رہنے سے لطف آتا ہے، غرض دنیا اسوقت ایسے ذہین
وپرقوت افراد سے معمور ہے جو ہر وقت غل کرتے رہتے، اور مجمع مین اپنے تئین گھیرے رکھتے ہین
اسلئے نہین کہ انہین اپنے ابناے جنس سے کچھ محبت ہے، بلکہ اسلئے کہ مبادا تنہائی مین اور سکوت
وسکون کے وقت خود اُنکی رُوح اُن سے کلام کرنے لگے، اور اُنکے نفوس پر کشف حقیقت ہونے لگے،
یہ تمام ثمرہ ہے اس نظام تعلیم کا جسکی بنیاد روحانیت پر نہین، جو جذبۂ روحانی کا منکر ہے اور جو
دل کو سیر وتفریح، کاروبار، اور نمائشی فرض شناسی کے خیالات سے بہلائے رکھنا چاہتا ہے۔

اس فرض شناسی کو نمائشی اسلئے کہا گیا کہ حقیقی فرض شناسی بھی بغیر روحانیت کے کسی اور
بنیاد پر نہین قائم ہوسکتی، اور روحانیت اپنے اندر فرض شناسی سے زاید کچھ معنی رکھتی ہے
روحانیت کے وسیع مفہوم مین یہ داخل ہے کہ روح ایک جذبۂ اشتہار رکھتی ہے انیز کسی ایسی
ہستی کا وجود ہے جو اس جذبہ کو تسکین دیسکتی ہے، اس ہستی کا کوئی موزون ومناسب نام ابتک

نہین دستیاب ہوسکا ہے، اور اسی عدم تعیین اسم کے باعث لوگ ابتک یہ سمجھ رہے ہین کہ اُسکا
وجود ہمارے کاروباری اور تفریحی مشاغل کے لئے سدراہ ہوگا، لوگ اس موقع پر "خدا" اور
"مذہب" کا نام لین گے، لیکن یہ اسماء ہماری ضرورت کے لئے کافی نہین، پھر ان الفاظ کے
ساتھ بعض دوسرے تصورات ایسے وابستہ ہوگئے ہین، جنکی بنا پر ان سے کام لینا اور بھی
دشوار ہوگیا ہے، اصل یہ ہے کہ رُوح کی اشتہا، کو موجودہ اسماء ومصطلحات مین سے کوئی ایک
شے بھی تسکین نہین دیسکتی، اس نامعلوم وناگزیر ہستی کے لئے کوئی جدید نام وضع کرنا چاہیئے،
اس ہستی کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہین، لیکن "وہ ہستی کیا ہے" یہ اصل سوال یہ ہے، نظام تعلیم
مین راس المسائل اسی مسئلہ کو رکہنا چاہیئے، اور تعلیم کا مقصود اسی مسئلہ کا حل قرار دینا چاہیئے
تعلیم کا مفہوم ابتک جو یہ شایع ہورہا ہے کہ جو کچھ معلومات ہون، اُنہین دوسرون تک
پہنچایا جاے، اسے بدل کر اب اسکا مفہوم یہ قرار دینا چاہیئے، اسی مجہول اور غیبی آخری
ہستی کا انکشاف کیا جائے،

آیندہ سے طلبہ کے پیش نظر اصل مسئلہ صرف یہ رہنا چاہیئے کہ وہ پس پردہ ہستی کیا ہے؟
یہی سوال اُن مین شوق تجسس وتحقیق پیدا کریگا، اور اسی دُہن مین انہین اپنی ساری توجہ
صرف کرنا چاہیئے، اگر اس سوال کو مادی مشاغل کے بارسے دبانے کی کوشش کیجائیگی تو
نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم روز بروز صداقت سے دُور ہوتے جائینگے اور نظام اجتماعی کا شیرازہ
برابر منتشر ہوتا جائیگا۔

اخبار علمیّة

واشنگٹن (امریکہ) کے ڈاکٹر آرتھر میکڈانلڈ نے اپنی راے یہ ظاہر کی ہے کہ داڑہی منڈاتے رہنے سے چہرہ کے عصبی و دیگر امراض پیدا ہوتے ہین، اور بالآخر اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو طویل العمری نصیب نہین ہوتی، نیویارک کے طبی رسالہ مڈیکل ریکارڈ مین ڈاکٹر موصوف اپنی یہ راے لکھکر دوسرے ڈاکٹرون کو بھی اس جانب متوجہ کرتے ہین،

تقطیع کے لحاظ سے یورپ مین سب سے چھوٹی کتاب، مشہور اطالوی شاعر "دانتے" کی "ڈیواین کامیڈی" کا ایک نسخہ فرینچ زبان مین ہے جو ۱۸۶۲ء مین پیرس کی نمائش مین پیش ہوا تھا اسکی ضخامت ۵۰۰ صفحہ سے اوپر ہے، مگر اسکا سائز نصف انچ مربع سے بھی کم ہے! اس سے اترکر ایک انگریزی کتاب "بیجو المانک" مطبوعہ ۱۸۳۹ء ہے، جسکی تقطیع کا طول ۱ ۳/۴ انچ اور عرض ۵/۸ انچ ہے! جان دیور کی ایک کتاب "ایگنس ڈی" (۱۶۰۶ء) طول مین ۱ ۱/۲ انچ اور عرض مین ۱/۴ انچ ہے!

انگلستان کا ایک علمی رسالہ لکھتا ہے کہ دنیا کے موجودہ کتب افسانہ مین قدیم ترین کتاب "دو بھائیون کا افسانہ" (Tale of two brothers) ہے، جو آج سے کچھ اوپر تین ہزار برس ہوئے تصنیف ہوئی تھی، مصر مین ایک بادشاہ مرنفطہ ہوا ہے، جسکا ذکر توریت کے باب خروج مین آیا ہے، یہ افسانہ اسی کے دربار کے ایک عالم نے اسکے ولیعہد کیلئے

تصنیف کیا تھا، جو آگے چل کر ستی ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا اور جسکے قلمی دستخط اس کتاب مین دو جگہ موجود ہین، یہ کتاب قدیم طرز کے چرمی کاغذ کے بڑے بڑے انیس ورقون پر ہیروغلافی رسم الخط کے جلی حروف مین لکھی ہوئی ۱۸۵۷ء سے برٹش میوزیم مین موجود ہے،

علم حشرات الارض کے ماہرین کی ایک کانفرنس کچھ روز ہوئے لندن مین منعقد ہوئی تھی اُسکے سامنے امریکہ کے ڈاکٹر ہیلو نے بیان کیا کہ جن چیزون کو کیڑون مکوڑون سے نقصان پہنچتا ہے، ان مین سب سے بڑھا ہوا نمبر روئی کا ہے، دنیا مین جسقدر روئی کیڑون کے ذریعہ سے برباد ہوتی ہے اتنی اور کوئی چیز نہین ہوتی، ۱۹۱۸ء مین امریکہ کی نوریاستون مین تیار شدہ روئی کے گٹھون اور اسکے تخم کو صرف ایک قسم کے کیڑے سے جو مالی نقصان پہنچا، اسکی مجموعی میزان ۴ کرور پونڈ سے کچھ اوپر تھی، اور اسکو نقصان پہنچانے والا صرف یہی ایک کیڑا نہین بلکہ بکثرت ہین،

ایک سائنٹفک رسالہ لکھتا ہے کہ قدیم سلاطین کے ہان جو پانی پینے کے کٹورے اور گلاس، گینڈے کی سینگ کے بناے جاتے تھے تو یہ دستور انکے اس عقیدہ پر مبنی تھا کہ اگر پانی یا شربت مین زہر ملا ہوگا تو اسکے اثر سے فوراً اسمین بلبلے اُٹھنے لگین گے، اور اس طرح زہر کا حال کھل جائیگا۔

پروفیسر ٹی، گجر، جنھون نے ماہ گذشتہ مین وفات پائی، مغربی ہند کے بہترین ماہر کیمیائیات تھے، انکی سائنٹفک اور کیمیاوی عظمت یورپ کے علمی حلقون مین مسلّم تھی، اور اُنکے بعض کارنامے انکے معاصرین کے لئے باعثِ رشک تھے۔

گذشتہ دس سال کے اندر ملک مین جتنی ایجادین پیٹنٹ کرائی گیئن، اُن مین بڑی تعداد اُن اشیاء کی ہے، جنکے موجد یورپ و امریکہ کے باشندے ہین، اُن سے گھٹ کر اُن غیر ملکیون کی تعداد ہے جو ہندوستان مین متوطن ہین، اور سب سے آخر مین خود ہندوستانیون کا نمبر آتا ہے، ہر سہ طبقہ کا تناسب اعداد ذیل سے ظاہر ہوگا۔

سال	باشندگان بیرون ہند	باشندگان ممالک غیر متوطن ہند	باشندگان ہند	میزان
سنہ ۱۰ع	۴۶۸	۱۳۷	۶۲	۶۶۷
سنہ ۱۱ع	۶۰۱	۱۴۲	۶۴	۸۰۷
سنہ ۱۲ع	۵۰۸	۱۲۰	۵۰	۶۷۸
سنہ ۱۳ع	۵۰۸	۱۳۲	۶۵	۷۰۵
سنہ ۱۴ع	۴۱۵	۱۱۷	۵۶	۵۸۸
سنہ ۱۵ع	۲۷۰	۱۰۵	۷۰	۴۴۵
سنہ ۱۶ع	۲۷۶	۱۰۵	۶۱	۴۴۲
سنہ ۱۷ع	۳۵۹	۱۲۹	۱۱۴	۶۰۲
سنہ ۱۸ع	۴۱۲	۱۵۵	۷۷	۶۴۴
سنہ ۱۹ع	۷۲۶	۲۰۰	۱۱۳	۱۰۳۹

یورپ کے مشہور و معروف شاعر دانتے باشندۂ اٹلی کی وفات ستمبر سنہ ۱۳۲۱ع مین ہوئی تھی لندن یونیورسٹی نے یہ طے کیا ہے کہ اسکی چھٹی صد سالہ برسی لندن مین مئی سنہ ۱۹۲۱ع مین دھوم دھام سے منائی جائے اور اُسکے لئے حسب ذیل نظام عمل قرار پایا ہے :۔

(۱) یونیورسٹی کالج اور اسکے تمام ذیلی مدارس مین جنمین اطالوی زبان کی تعلیم ہوتی ہے، دانتے کے متعلق عام لکچر دیئے جائینگے،

(۲) مختلف علمی و ادبی مجالس کے زیر اہتمام بھی دانتے اور اسکے کلام سے متعلق لکچرون کا سلسلہ قائم ہوگا۔

(۳) دانتے سے متعلق کتابون، تصویرون، کتبون، مسودون، وغیرہ کی ایک نمائشگاہ لندن یونیورسٹی کالج مین قائم ہوگی، جہان اسکے متعلق ہر قسم کا نادر و کمیاب ذخیرہ فراہم کیا جائیگا۔

(۴) "یادگار دانتے" کے نام سے ایک مستقل کتاب شائع کی جائیگی،

ان اغراض کی تکمیل کے لئے ایک مختصر کمیٹی مقرر کردیگئی ہے جسمین اساتذہ زبان اطالوی شامل ہین، اور جسکے صدر، سفیر اٹلی متعینہ لندن ہین،

برلن کے ڈاکٹر والڈ شمٹ نے اپنا نظریہ یہ پیش کیا ہے کہ مے نوشی ایک قسم کا دماغی مرض ہے جسے انسان اکتساب سے نہین بلکہ پیدائش سے ساتھ لاتا ہے، دماغ اگر اپنی صحیح و طبعی حالت مین ہے تو اُسے قدرۃً مے نوشی سے احتراز رہیگا، اسکی جانب رغبت اُنھین افراد کو ہوتی ہے، جو موروثی ضعف دماغ لیکر دنیا مین آتے ہین، ڈاکٹر موصوف کے نزدیک مے نوشی ایک بداخلاقی نہین بلکہ ایک دماغی مرض کا نام ہے،

برٹش میوزیم (لندن) کے شعبۂ مشرقی مین وادی نیل کی بنی ہوئی مٹی کی ایک خاکی تختی موجود ہے، جو طول مین آٹھ انچ اور عرض مین چار انچ ہے، اسپر اٹھانوے سطرین نہایت خوشخط لکھی ہوئی ہین، تقریباً سنہ ۱۵۳۰ قبل مسیح مین ایک فرعون مصر نے بابل کی ایک شہزادی کو

نکاح کا پیغام دیا تھا، یہ تختی اسی خط کی نقل ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا مین اس سے قدیم تر
کوئی نسبت (منگنی) کا پیام محفوظ نہین،

پچھلے دنون پیرس مین یورپ کی مجالس مشرقیہ کا جو متحدہ جلسہ ہوا تھا، اور جسکا ذکر کسی
پچھلے معارف کے اخبار علمیہ کے ذیل مین آچکا ہے، اسکے سامنے مشہور مستشرق سر جارج
گریرسن نے السنۂ ہند سے متعلق اپنی رپورٹ سُنائی، اس رپورٹ مین بجز دکن و برہما کے اور
کل السنۂ ہند کا ذکر ہے، یعنی اس خطۂ ارض کی زبانین جسکے حدود اربعہ یہ ہین، شمال مین کوہستان
پامیر، جنوب مین تھرگودا، مشرق مین آسام کی سرحد مشرقی، اور مغرب مین ایران کی سرحد شرقی
اس علاقہ کے اندر، سر جارج گریرسن کے استقصا مین، ۱۷۹ مستقل زبانین اور ۵۴۴ انکی
شاخین (بولیان) مستعمل ہین، جنکی تقسیم انھون نے طبقات ذیل مین کی ہے:-

طبقہ	زبان	شاخ زبان یا بولی
مون کھیمر	۱	۳۰
سنڈا	۶	۱۱
سیامی چینی	۳	۴
تبتی برہمی	۱۱۳	۸۲
دراویڈی	۱۶	۲۳
ایرانی	۸	۳۵
دارڈی	۱۳	۲۲
انڈو آریائی	۱۷	۴۵
متفرق	۲	۱۹

سر جارج گریرسن کے زیر اہتمام اسوقت تک "مساحت السنۂ ہند" کے نو ضخیم مجلدات شائع
ہو چکے ہین، دسوین جلد جسمین ایرانی زبانون کا بیان ہے، زیر طبع ہے، اور عنقریب شائع ہو جائیگی،
گیارھوین جلد بھی مرتب ہو چکی ہے، اور پریس مین جانے کے لئے تیار ہے، اسمین ان زبانون کا
تذکرہ ہے، جو خانہ بدوش و جرائم پیشہ قبائل بولتے ہین،

اہرام مصری کی طرح میکسکو (امریکہ وسطی) مین بھی چند بلند منارے ہین، جنکے نیچے غار ہین،
حال مین انھین غارون کے ایک کتبہ مین چند الفاظ ایسے منقوش ملے ہین، جو قدیم چینی رسم الخط
مین ہین، انگلستان کا مشہور ہفتہ وار السٹریٹیڈ لنڈن نیوز ان نقوش کی تصاویر دیکر لکھتا ہے کہ
اس لسانی اکتشاف سے علماء علم الانسان کے اس خیال کی توثیق ہوتی ہے کہ باشندگان امریکہ
در اصل ایشیائی نسل کے ہین، کالیفورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر جان فرایر کا دعوی ہے کہ کولمبس کے
زمانہ سے تقریباً ایک ہزار سال قبل چین کے بعض بودھی مشنری پانچوین صدی عیسوی مین
امریکہ کو دریافت کر چکے تھے، اور امریکہ کا ابتدائی تمدن چینی تمدن تھا،

وائنا (اسٹریا) یونیورسٹی کے طبی پروفیسر، ڈاکٹر اسٹیناک نے دعوی کیا ہے کہ وہ ایک
خاص اپریشن کے ذریعہ سے جو ایک غدود پر کیا جاتا ہے، بوڑھون کو جوان بنا سکتے ہین، انکا
بیان ہے کہ انھون نے متعدد مسن ضعیف العمر اشخاص پر یہ عمل جراحی کیا، اور ان سب کی
نہ صرف ظاہری شکل و صورت نوجوانون کی سی ہو گئی، بلکہ دماغی و جسمانی قوی کے لحاظ سے بھی وہ
از سر نو جوان بنگئے، اسٹریا کے طبی حلقون مین ان تجربات سے متعلق سرگرم مباحثہ ہو رہا ہے۔

فرانس مین اسوقت یونیورسٹیون کی مجموعی تعداد سترہ ہے، ان مین سے بجز دو کے ہر یونیورسٹی علوم، فنون، قانون، طب، و دواسازی کے پانچ بڑے شعبون مین تقسیم ہے، ۱۹۱۴ء مین نو (۹) یونیورسٹیان ایسی تہین جنمین ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار سے زاید طلبہ تھے، تین ایسی تہین جنمین دو دو ہزار سے زاید طلبہ تھے، لیانس یونیورسٹی مین تین ہزار تھے، اور خود پیرس یونیورسٹی مین ۵۰۰م تھے، لیانس یونیورسٹی سے ملحق ایک مشرقی دار العلوم بھی ہے، جسمین سنسکرت، عربی، ترکی و چینی زبانون اور مصر کے آثار و علوم کی تعلیم ہوتی ہے -

---

امریکہ مین جو عورتون کے لئے ایک جداگانہ یونیورسٹی کی تحریک ہوئی تھی، اسکی پر زور مخالفت خود طبقۂ نسوان کی طرف سے ہو رہی ہے، یہ لوگ کہتی ہین کہ عورتون کی تعلیم مردون سے علٰحدہ ہونے کی کوئی وجہ نہین، دونون کا نصاب درس و طریقۂ تعلیم بالکل ایک ہونا چاہیئے -

---

مسٹر کینڈی جونس نے انگلستان کے نامور رسالہ فارٹ نائٹلی ریویو کی ایک قریبی اشاعت مین صحافت کے تاجرانہ پہلو پر ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے، جسمین وہ کہتے ہین کہ انگلستان کے بڑے اخبارات درصل بڑی بڑی تاجرانہ اور کاروباری کمپنیان ہین، چنانچہ ایوننگ نیوز ۱۸۹۴ء مین ۲۵ ہزار پونڈ کے سرمایہ سے خرید اگیا تھا، ڈیلی میل ۱۸۹۶ء مین ۱۳ ہزار پونڈ کے سرمایہ سے قائم ہوا، ویکلی ڈسپیچ (ہفتہ وار) ۲۵ ہزار پونڈ کی قیمت سے جدید مالک کے قبضہ مین آیا تھا، اور چند سال کے بعد جب یہ تینون اخبارات ایسوشی ایٹڈ نیوز پیپر کمپنی کی ملک مین آئے تو اُن کا سرمایہ ۱۶ لاکھ پونڈ قرار پایا! اس کمپنی کے حصون کی قیمت روزانہ ٹائمز کے تجارتی کالمون مین شایع ہوتی رہتی ہے، خود اخبار ٹائمز جس کمپنی کی ملک ہے وہ ۱۹۰۸ء مین

۷½ لاکھ پونڈ کے سرمایہ سے قائم ہوئی ہے،

ڈاکٹر جے، سی کمنگ نے مدت کی تحقیقات کے بعد یہ دعوی پیش کیا ہے، کہ امراض متعدی خصوصاً متعلق بہ حلق و شش کے پہیلنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ میز کے کانٹے، چھری، اور چمچے ہوتے ہین، مریض جس چھری کانٹے سے کہانا کہاتا ہے، اگر انہین اسی پانی مین دہویا جاے جس سے تندرست اشخاص کے کہانے کے چھری کانٹے صاف کئے جائین تو جراثیم امراض لازمی طور پر اُن مین منتقل ہو آتے ہین،

ماہ گذشتہ انگریزی و امریکی اساتذہ ادب انگریزی کی ایک مشترک کانفرنس ترقی و تحفظ زبان انگریزی کی تدابیر پر غور کرنے کے لئے لنڈن مین منعقد ہوئی، اسی کے ساتھ نوادر کتب انگریزی کی ایک مختصر سی نمائش کا بھی انعقاد ہوا، اس نمائش مین جو برٹش میوزیم کے ایک حصہ مین قرار پائی تھی، تقریباً تین سو کتابون کا ذخیرہ تھا، جنمین سے بعض کتابین ساڑھے چارسو برس کی تہین اور باقی اسکے بعد کی، یعنی سولہوین، سترہوین اور اٹھارہوین صدی کی تہین،

ایک انگریزی طبی رسالہ لکھتا ہے کہ نشست کا قدرتی طریقہ زمین پر بیٹھنے کا ہی، یورپ نے دو تین صدیون سے بجائے فرش یا تخت کے کرسیون پر پیر لٹکا کر بیٹھنے کے طریقہ کو جو رواج دیا ہے وہ سرتاسر غیر قدرتی ہے، اور صحت کیلئے اسکے مضر اثرات روز بروز ظاہر ہوتے جاتے ہین، چنانچہ ایک فرنچ ڈاکٹر اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہے کہ قبض جس آسانی سے کرسی نشینون کو ہوتا ہے، تخت و فرش نشینون کو نہین ہوتا، قبض کے علاوہ اسفل حصہ جسم کی بعض اور بیماریان

بھی کرسی پر بیٹھے رہنے سے پیدا ہو جاتی ہین،

اندھون کی تعلیم کان کے ذریعہ سے ہونے کا جو آلہ اپٹوفون (Optaphon) ڈاکٹر ای، فورنیرڈی ایلیے نے ایجاد کیا تھا، اسمین گلاسکو کے ڈاکٹر بارواسٹرڈ نے اصلاحات کرکے اب اسے اس حالت تک پہنچا دیا ہے کہ اس سے بخوبی کام لیا جانے لگا ہے، اسکے ذریعہ سے حروف کو اصوات موسیقی مین تبدیل کر دیا جاتا ہے، اور انہین ٹیلیفون کے واسطہ سے نابینا طالبعلم کے کان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

ادبیات

عزیز لکھنوی

ہوگا ہر حال مین جو عشق کی تقدیر مین ہی | کارکن حسن ازل پردۂ تدبیر مین ہے
خواب ہستی کا نتیجہ نظر آتا ہے مگر | دل کی غفلت کہ ابھی حسرت تعبیر مین ہے
دونون عالم کو جو تقسیم ہوا روزِ ازل | وہ اثر صرف مرے نالۂ شبگیر مین ہے
بزم ہستی مین ضروری ہی کوئی روح روان | ایک جنبش سی جو اس پردۂ تصویر مین ہے
سنگ بنیاد وہ دل ہی حرکت جسکی حیات | ابتدا ہی سے خرابی مری تعمیر مین ہے
سخت ہی مجرم ہستی کی سزا ای مالک | میری رگ رگ مجھے جکڑے ہوئے زنجیر مین ہے
حرف آلودہ بخون گوش بر آواز جہان | پوچھتے کیا ہوا اثر جو مری تقریر مین ہے
بزم ہستی کا مٹانا ہی مگر ہے منظور | مصلحت کوئی ضرور آپکی تاخیر مین ہے
یہ مرے غم کی حقیقت ہی کہ روزِ خلقت | جو کسی نے نہ لیا وہ مری تقدیر مین ہے

وقت ضایع نکر و ہرزہ سرائی مین عزیز
سوز پیدا وہ کر و جو سخنِ میر مین ہے

(۲)

کرنا ہی اپنے حال مین یہ شب بسر مجھے | اب آکے دیکھیگا قریب سحر مجھے
یہ کہکے مین نے زہر کا اک جام پی لیا | لینے نہ دینگے چین کبھی چارہ گر مجھے
جلوون کو انکے شوق کہ پیدا کرون حجاب | دیکھون تو کیا دکھائے یہ ذوقِ نظر مجھے

اندازہ میرے حال کا ہوگا یہی نہین　　تمکو بھی اپنی قدر ہو دیکہو اگر مجھے

شاہد ترے وجود پہ ہے میری بیخودی　　مین ہون اگر تو کیون نہین اپنی خبر مجھے

کوئی قصور اسکی نگہ کا نہین عزیز

مجبور کر رہی ہے خود اپنی نظر مجھے

ہادی مچھلی شہری

سخت آفت مین وہان بھی دل حیران ہوگا　　حشر اک جلوہ گہ عشوہ فرد شان ہوگا

رازِ حسرت مری امید مین پنہان ہوگا　　شوقِ برگشتگیٔ بخت کا سامان ہوگا

میرے دم تک ہی تری بزم ستم کی رونق　　کون دلدادۂ غمہائے فراوان ہوگا

شکل ہی اسکی بدل دیگا مرا جوش جنون　　مجھسے الجھیگا تو دامان بھی تر دامان ہوگا

تمکو بھی ہوگی نہ ہرگز مری حالت کی خبر　　سوزِ دل دودِ چراغِ تہ دامان ہوگا

فتنۂ حشر جسے سب نے سمجھ رکھا ہے　　تیرے دیوانون کا اک خواب پریشان ہوگا

زندگی اسکی ہے موقوف اسی پر ہادی

درد خود ہی دلِ محزون کا نگہبان ہوگا

مطبوعات جدیدہ

الاستدلال، فن منطق پر اگرچہ ہماری زبان مین متعدد کتابین لکھی گئی ہین، تاہم مولوی محمد سجاد مرزا بیگ صاحب دہلوی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد نے جو کتاب تالیف فرمائی ہے، وہ اپنے مواد، جامعیت اور زبان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے، اسمین اُنھون نے قدیم اور جدید دونون منطق کے مسائل بیان کئے ہین، جس سے غیر انگریزی دان طبقہ کو یورپ کی منطق سیکھنے مین آسانی ہوگئی ہے، پروفیسر صاحب نے اصطلاحات کے وضع کرنے مین بھی خاص احتیاط کی ہے، اور حتی الامکان قدیم اصطلاحات کو برقرار رکھا ہے، کتاب کی قیمت ۳ رہے، اور پروفیسر صاحب سے بازار عیسیٰ میان حیدرآباد دکن کے پتہ سے مل سکتی ہے،

العقائد، مولانا آزاد سبحانی شیخ جامعۂ الٰہیہ نے فن عقاید پر یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے، اردو زبان مین اس موضوع پر اگرچہ اور بھی کتابین لکھی گئی ہین، تاہم اُن مین کوئی بھی درسی کتاب بننے کی صلاحیت نہین رکھتی تھی، مولانائے موصوف نے اس کتاب کے ذریعہ سے اسی کمی کو پورا کیا ہے، اور بچون اور عام مسلمانون کے فائدہ کے لئے سلیس اور عام فہم زبان مین اسلام کے عقاید تحریر کئے ہین، کتاب تین حصون پر منقسم ہے، یہ اسکا پہلا حصہ ہے اور اسکی قیمت ۱۲ ر ہے، ملنے کا پتہ: حلیم دار التصنیف کانپور یا دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

ٹرکی اور یورپ، سلطنت عثمانیہ کے خلاف آجکل یورپ مین جو جد و جہد ہو رہی ہے اور مسئلہ ٹرکی کا جس طرح خاتمہ کیا جا رہا ہے، مولوی عبد الرزاق خان ندوی نے اسکے متعلق ایک سلسلہ مضامین نکالنا شروع کیا ہے، یہ رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، اسمین اُنھون نے

سنہ ۱۵۷۱ء سے سنہ ۱۹۶ ... تک کے واقعات لکھے ہین، اور اس زمانہ کے بعد کے واقعات کو دوسرے رسالون کے لئے اٹھار کھا ہے، جو عنقریب پریس سے نکلنے والے ہین، مولویصاحب موصوف کو اس رسالہ کی اشاعت مین بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہی، اسلئے اُسکے کفارہ کی صرف یہ صورت ہو سکتی ہے کہ پبلک کی طرف سے عملی طور پر اسکی قدر دانی کا اظہار کیا جائے، رسالہ کی قیمت ۶ر ہے اور الرشاد بک ایجنسی نمبر ۱۹۱ گنگا پرشاد روڈ لکھنؤ سے مل سکتا ہے،

حیات گاندھی، خواجہ سید عزیز حسن صاحب نقشبندی نے موجودہ رہنمایان ہند کی سوانح عمریون کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، زیر ریویو کتاب بھی اسی سلسلہ کی ہے، اس مین اُنھون نے مسٹر گاندھی کے عام حالات، اخلاق و عادات اور ان تمام کارنامون کا تذکرہ کیا ہی جو اُنھون نے وطن اور ابنائے وطن کی فلاح و بہبود کے لئے انجام دیئے ہین، ابتدا مین مسٹر گاندھی کی تصویر بھی ہے، قیمت ۸ر ہے۔

فسانۂ سعید، جناب راشد الخیری صاحب دہلوی افسانہ نویسی مین عام شہرت رکھتے ہین یہ کتاب انہین کے قلم سے نکلی ہے، جسمین ایک سوتیلے باپ کے مظالم، اور مظلوم بچون کی دردناک حالت کا موثر الفاظ مین نقشہ کھینچا گیا ہے، قیمت ۱۲ر ہے، دونون کتابون کے ملنے کا پتہ: حسن اینڈ کو، کوچۂ چیلان دہلی۔

التحقیق، مولوی احسان اللہ صاحب عباسی وکیل گورکھپور اپنی تصانیف اور قانون دانی مین مشہور ہین، یہ اخبار اُنکے صاحبزادہ مسٹر وحید عباسی نے جاری کیا ہے، اسکے ایڈیٹر مسٹر محمد فاروق ایم، ایس سی اور سید کامل حسین ایم، اے ہین، جنمین اول الذکر ہمدرد کے سب ایڈیٹر رہ چکے ہین اور موخر الذکر نے مسلم گزٹ کے اسٹاف مین آنریری طور پر کام کیا ہے، اخبار عمدہ ہے اور واقعات حاضرہ پر آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے، قیمت سالانہ للعہ ر۔

مجلد ششم ماہ صفر سنہ ۳۹ھ مطابق اکتوبر سنہ ۲۰ء عدد چہارم

مضامین

جدید مطبوعات

رُوح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہاے انسانی کے اصول نفسیہ" کا ترجمہ، از مولانا محمد یونس فرنگی محلی، قیمت دو روپیہ،

"مینیجر"